

الَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ

کہ میزان میں بے اعتدالی (نا انصافی) نہ کرو

زید

حدیث و تاریخ  
کے آئینے میں

پروفیسر احمد رضا خاں

گورنمنٹ کالج آف ٹیکسٹ لوجی لاہور

# یزید

## حدیث و تاریخ کے آئینے میں

از

پروفیسر احمد رضا خاں  
گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

زیر اہتمام

## تحریک مطالعہ قرآن

المركز الاسلامی والٹن روڈ لاہور

0322-4280455

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق مصنف و تحریک مطالعہ قرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	یزید..... حدیث و تاریخ کے آئینے میں
تصنیف	:	پروفیسر احمد رضا خاں
کمپوزنگ	:	خالد حسین
طباعت اول	:	1100
سال	:	ذوالحجہ 1435ھ / اکتوبر 2014ء
مطبع	:	
قیمت	:	150 روپے

## ملنے کے پتے

☆ گنج بخش کتب مارکیٹ  
نزد دربار داتا صاحب لاہور

☆ جامعہ مرکز الاسلامی مین والٹن روڈ لاہور  
کینٹ - 0322-4280455  
0300-2118550

## اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستقلاً تحریک مطالعہ قرآن کے لیے وقف ہے۔

محافل میلاد اور دیگر مواقع پر اچھی کتابیں تقسیم کرنا اپنے اور اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ زیادہ کتب کے خریدار خاص رعایت کے لیے براہ راست رابطہ کریں۔

## { حسن ترتیب }

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	انتساب	05
	تقریظ شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالنواب صدیقی	06
پہلا باب	حدیث قسطنطنیہ کا تحقیقی و تجلیلی جائزہ	07
	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک	10
	حدیث انس رضی اللہ عنہ کے اہم نکات	13
	حدیث انس میں بیان ہونے والے دولشکر	14
	حدیث قسطنطنیہ کا متن	16
	پہلا راوی ضعیف اور غیر محفوظ ہے	18
	دوسرا اور تیسرا دونوں راوی تقدیر کے منکر ہیں	18
	چوتھا راوی مرسل روایات بیان کرتا ہے	20
	قدریوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ	21
	ایک اہم انکشاف	22
	حاصل کلام	24
	تجزیہ و تنقیح کا دوسرا پہلو..... تاریخی حقائق	26
	مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والا پہلا لشکر	26
	قسطنطنیہ کی طرف جہاد کرنے والے لشکروں کی ترتیب و تفصیل	28
	کون سا لشکر خوش خبری کا حق دار ہے؟	29
	قسطنطنیہ فتح کرنے والا لشکر	30
	جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی اصل کہانی	31
	تجزیہ و تنقیح کا تیسرا پہلو..... مغفور لہم کا محمل	34

38	خلاصۃ الباب	
42	حوالہ جات	
45	یزید کے افکار و نظریات اور کارنامے	<b>دوسرا باب</b>
47	یزید بے دیدا حدیث مبارکہ کی روشنی میں	
51	یزید اہل بیت رسول کا دشمن ہے	
54	قتل حسین اور یزید	
62	حامیان یزید کی ایک شاطرانہ چال اور اس کا جواب	
64	ایک بنیادی سوال	
65	معتبر آراء	
69	مزید معتبر شواہد	
69	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان	
69	خود یزید کے بیٹے کا بیان	
70	وکلأ صفائی کے منہ پر ابن زیاد کا طمانچہ	
71	یزیدیوں کے ہاتھوں رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پریشانی	
73	کربلا کے بعد ایک اور کربلا	
82	قرآن و حدیث کا فیصلہ	
85	یزید کا آخری ”کارنامہ“	
87	یزید کا کردار..... صحابہ و تابعین و ما بعد علماء کی گواہی	
95	حوالہ جات	
99	سوالات و جوابات	<b>تیسرا باب</b>
128	حاصل کلام	
130	حوالہ جات	
132	مصادر و مراجع	

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
 عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
 مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ  
 وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَ مِنْ عَجَمٍ  
 فَإِنَّ مِنْ جَوْ دِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا  
 وَ مِنْ عُلُوِّكَ عِلْمَ اللَّوَجِ وَالْقَلَمِ ﷺ

## انتساب

صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے نام جنہوں نے  
 یزید کو نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر  
 چھڑی مارنے سے بر ملا روک کر جابر سلطان کے سامنے  
 کلمہ حق کہنے کی قابل تقلید مثال قائم کی۔

## تقریظ جمیل

شیخ الحدیث حضرت محمد عبدالنواب صدیقی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی سیدنا رسولہ الکریم اٰمّا بعد

پروفیسر احمد رضا صاحب مدظلہ العالی کا تحریر کردہ مقالہ بعنوان ”یزید حدیث و تاریخ کے آئینے میں“ نظر سے گزرا۔

جزوی مطالعہ سے بڑی خوشی ہوئی، آپ نے ماشاء اللہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

یقیناً یزید کے بارے میں جو آپ نے لکھا وہ سچ ہے۔ حدیث قسطنطنیہ سے استدلال کرنے والوں کو کم از کم قرآن پاک کا بھی مطالعہ کر لینا چاہیے کیونکہ یہ حدیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن پاک کے مقابلے میں حجت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **من قتل مؤمناً متعمداً فجزاءہ جہنم** ”جو ایک مومن کو عمداً قتل کر دے وہ جہنمی ہے“۔ جس نے سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کروایا ہے کیونکہ واقعہ کربلا کے علاوہ مدینہ طیبہ، بیس ہزار لشکر سے مکہ مکرمہ پر حملہ اور حرمین کی بے حرمتی کے ساتھ صحابیوں اور حفاظ قرآن کو شہید کروانا یزید کا کام نہیں تو کس کا کام ہے؟

مصنف مقالہ ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس

مقالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ مقالہ ان کے لیے توشہ آخرت بنے۔ آمین

بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد عبدالنواب صدیقی

پہلا باب

”حدیثِ قسطنطنیہ“

کا

تحقیقی و تحلیلی جائزہ





## ”حدیثِ قسطنطنیہ“ کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ

صدیوں پر محیط زمانے جانتے ہیں کہ یزید کیسے کردار و اطوار کا حامل تھا، وہ تخت نشین ہوتے ہی کربلا میں نواسہ رسول اور دیگر اہل بیت کے ظلماً قتل کا باعث و ذمہ دار ہوا۔ بعد ازاں کیا کیا گل نہ کھلائے۔ اہل ایمان اس کے سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے اُسے ظلم و جور کی مجسم علامت سمجھتے اور اس سے سخت نفرت کرتے ہیں مگر اس دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے پیارِ محبت اور حمایت و ہمدردی کا حق دار نواسہ رسول کی بجائے یزید کو سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ان حامیانِ یزید نے اپنے مددِ یزید کو پاک باز و پارسا اور واقعہ کربلا اور بعد کے ظلم و ستم سے بے قصور ثابت کرنے کے لیے کئی پاڑے پیلے ہیں۔ معتبر تاریخی مواد کو توڑ مروڑ کر ایک نئی تاریخ بنانے اور پھر اس تاریخ سے اپنے من پسند نتائج اخذ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے تاہم جب حضرت امام حسین ؑ کی فضیلت و عظمت پر مشتمل احادیثِ مبارکہ کے مقابلے میں یزید کی فضیلت و عظمت کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ ہی مل سکتی تھی تو ”حدیثِ قسطنطنیہ“ سے اس کی فضیلت و عظمت کشید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

فنِ حدیث کا شغف رکھنے والے اہل علم تو ان کے تاریخی کتب کی کمزوری سے آگاہ ہیں مگر عوام الناس کے ان کی فریب کاری سے متاثر ہو جانے کا پورا امکان و اندیشہ موجود ہے اس لیے اس کتابچے میں حدیثِ قسطنطنیہ کا بھرپور علمی و تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ حدیثِ قسطنطنیہ کا متن پیش کر کے اس پر علمی و تاریخی اعتبار سے گفتگو کی جائے، ملاحظہ فرمائیے یہ حدیثِ مبارکہ:

## حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ:

01- عَنْ اسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ... كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عِبَادَةِ بَنِي الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَطْعَمْتُهُ وَجَعَلَتْ تَقْلِبُ رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أُنَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غُرَاقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرِ كَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرُ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِيرَةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِيرَةِ شَكَ اسْحَقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غُرَاقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأُولَى فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانٍ مُّعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَضَرِبَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حَيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ (1)

”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کرتی تھیں اور ام حرام عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک

بار رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے حضور کو کھلایا۔ (اس کے بعد حضور ﷺ لیٹ گئے) اور وہ حضور کے سر مبارک میں ہاتھ پھیرنے لگیں جیسے عام آدمی کے سر سے جوئیں نکالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا: حضور! کس چیز نے آپ ﷺ کو ہنسایا؟ ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے میرے سامنے پیش کیے گئے جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے سرا قدس رکھا۔ پھر ہنستے ہوئے جا گئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کیے گئے جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں کر دے۔ فرمایا: تو پہلے والوں میں ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔“

راویان حدیث: (i) عبد اللہ بن یوسف (ii) مالک (iii) اسحاق (iv) عبد اللہ

بن ابی طلحہ (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

02- بخاری کتاب الجہاد باب فضل من یُصرَع فی سبیل اللہ فمات<sup>(02)</sup>

آپ ﷺ نے دعا کی اور دوبارہ سو گئے ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها... ”تو حضور ﷺ نے اسی (پہلے کی) طرح کہا تو حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کی تو حضور ﷺ نے انہیں جواب دیا۔“

راویان حدیث: (i) عبد اللہ بن یوسف (ii) لیث (iii) یحییٰ (iv) محمد بن یحییٰ بن حبان (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

03- بخاری کتاب الجہاد باب غزوا البراءة فی البحر<sup>(03)</sup>

..... آپ ﷺ پھر سو گئے اور پھر اُٹھے۔ فقالت له مثل أو ممّ ذالك... ”حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پھر اُسی طرح کی بات کی۔“

راویان حدیث: (i) عبد اللہ بن محمد (ii) معاویہ بن عمر (iii) ابواسحاق (iv) عبد اللہ بن عبد الرحمن انصاری۔ (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

04- بخاری کتاب الجہاد باب رکوب البحر<sup>(04)</sup>

..... آپ ﷺ پھر سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ فقال مثل ذالك مرتین أو ثلاثاً... ”تو آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا دو یا تین مرتبہ۔“

راویان حدیث: (i) ابو نعمان (ii) حماد بن زید (iii) یحییٰ (iv) محمد بن یحییٰ بن حبان (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

05- بخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا بالنہار<sup>(05)</sup>

..... حضور ﷺ دوبارہ بیدار ہونے پر مسکرائے اور حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ناس من أمتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللہ یر کبون ثبج  
 هذا البحر ملوکا علی الاسرة او مثل الملوک علی الاسرة فقلت  
 ادع الله ان يجعلني منهم۔ قال انت من الاولین۔  
 ارشاد فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے میرے  
 سامنے پیش ہوئے جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر کے بیچ میں  
 سوار ہوں گے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا: تو پہلے والوں میں سے ہے۔“

راویان حدیث: (i) عبد اللہ بن یوسف (ii) مالک (iii) اسحاق بن عبد اللہ  
 بن ابی طلحہ (iv) حضرت انس رضی اللہ عنہ  
 06- بخاری شریف کے علاوہ مذکورہ حدیث مبارکہ صحاح ستہ کی دیگر کتب میں بھی مختلف  
 راویوں سے منقول ہے۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ کے اہم نکات:

01- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ خواب جن دو لشکروں کو ملاحظہ فرمایا، اُن میں سے  
 کسی کا تعلق بڑی جہاد سے نہیں بلکہ بحری یعنی سمندری سے ہے جیسا کہ بخاری شریف کی  
 کتاب التعبیر کی حدیث مبارکہ کے جملوں نے مکمل وضاحت کر دی ہے اور شارح بخاری  
 حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت و ظاهر قوله فقال مثلها ان الفرقة الثانية یر کبون البحر ایضاً (06)

”میں کہتا ہوں فقال لہا مثلها کے الفاظ سے تو یہی ظاہر ہے کہ دوسرا

لشکر بھی پہلے لشکر کی طرح بحری ہی تھا۔

02- بحری جہاد میں شرکت کرنے والے ان دونوں لشکروں کے لیے کسی خاص اجر و فضیلت کی خوش خبری مذکور نہیں البتہ حضور ﷺ کے ان دونوں لشکروں کو بادشاہوں کی سی شان و شوکت کے ساتھ دیکھنے اور مسکرانے سے ان کے لیے پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔

03- اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آئندہ کا غیبی علم عطا فرمایا ہے۔

04- حضور ﷺ کی رضاعی خالہ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے یہ سوال کرنا کہ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں، اُن کے اس عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو مستقبل کے امور و حالات اور افراد کے انجام و مقام کا غیبی علم حاصل ہے۔ حدیث انس میں بیان ہونے والے دو لشکر:

پہلا بحری / سمندری لشکر:

حضرت معاویہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ؓ کی مسلسل کوششوں سے حضرت عثمان ؓ کے عہدِ خلافت میں اسلامی بحریہ قائم ہوئی۔

28ھ میں حضرت معاویہ ؓ نے سمندری جزیرے قبرص پر پہلا بحری حملہ کیا۔ آپ کے اسلامی لشکر میں دیگر متعدد صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبادہ بن صامت اور آپ کی اہلیہ اُمّ حرام بنت ملحان بھی شامل تھے۔ مصر سے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی مذکورہ بحری لشکر سے آئے۔ (رضی اللہ عنہم)

اہلِ قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنے پر صلح کر لی۔ مسلمانوں نے ان پر مزید یہ شرط عائد کی کہ اگر کسی نے اہلِ قبرص پر حملہ کیا تو مسلمان اہلِ قبرص کی خاطر حملہ آور سے جنگ نہیں کریں گے۔ نیز یہ کہ وہ دشمنانِ اسلام سے جنگ کے لیے مسلمانوں کو

جانے کا راستہ دینے کے پابند ہوں گے۔

حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا کا انتقال اسی جہاد سے واپسی پر ہوا جب ان کے لیے سواری لائی گئی تو سواری بدک کر بھاگی جس سے وہ سواری سے گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔ قبرص میں ان کی قبر بنی۔ لوگ ان کی قبر کی تعظیم کرتے ہیں، اس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک خاتون کی قبر ہے (۷۱)۔

اور یوں ان کے لیے حضور ﷺ کی وہ خوش خبری پوری ہوئی جس کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں بھی ہے اور مدینہ قیصر کی روایت میں بھی۔  
دوسرا سمندری لشکر:

قبرص پر پہلی کامیاب بحری مہم مسلمانوں کے لیے ایک روشن مستقبل کا پیغام ثابت ہوئی۔ صلح کے بعد مسلمان اہل قبرص سے سالانہ خراج وصول کرتے رہے۔ مگر بعد میں کیا ہوا؟ اس کی تفصیل تاریخ کی تمام معتبر کتب میں محفوظ ہے:  
کامل ابن اثیر میں ہے:

”اہل قبرص نے 32ھ میں مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی اور اپنے معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی۔ اس لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبرص پر دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی۔ دوسرے بحری حملے کی کامیاب کارروائی کے بعد اس جزیرے کو اسلامی مقبوضات میں شامل کر لیا گیا اور یہاں مسلمانوں کی نوآبادی قائم کر دی گئی“ (۸)۔

البدایہ میں ہے:

و فیہا غزا معاویۃ بلاد الروم حتی بلغ المضیق، مضیق



القسطنطینیہ ومعہ زوجتہ عاتکہ

”32ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد روم کی طرف لشکر کشی کی یہاں تک کہ قسطنطینیہ کے بالکل قریب پہنچ گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ عاتکہ بھی تھیں“ (09)۔

لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں بیان ہونے والے دوسرے لشکر کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے 32ھ والے لشکر کو قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے حدیث قسطنطینیہ کا متن:

حَدَّثَنَا اسحاق بن یزید الدمشقی حَدَّثَنَا يحيى بن حمزة قال حدثني  
ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حَدَّثَهُ  
انَّ اُمَّی عبادَةَ بْن الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِی سَاحِلِ حِمص وَهُوَ فِی بِنَاءٍ لَهُ  
وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عَمِيرٌ فَحَدَّثَنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ  
يَقُولُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَنَا فِيهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَوَّلُ  
جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ فَقُلْتُ اَنَا فِيهِمْ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا (10)

”ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے یحییٰ بن حمزہ سے، وہ کہتے ہیں: مجھ سے ثور بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے خالد بن معدان سے روایت کی کہ عمیر بن اسود العنسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب وہ ساحل حمص پر اپنے ایک محل میں قیام پذیر تھے اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت کا جو پہلا لشکر سمندری جہاد کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: تم ان میں سے ہو۔ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے مدینہ قیصر کا پہلا جہاد کرنے والے لشکر کے لیے بخشش ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔“

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حامیان یزید کہتے ہیں کہ یزید حضور نبی کریم ﷺ کی بشارت کا مصداق و حق دار ہونے کی وجہ سے بخشا ہوا اور جنتی ہے اس لیے کہ اس نے نہ صرف مدینہ قیصر کی طرف جانے والے پہلے لشکر میں شرکت کی تھی بلکہ وہ اس لشکر کا امیر تھا جیسا کہ اس کی امارت کا ذکر بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں بھی ہے۔ جبکہ حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ علمی و تاریخی جائزے سے بالکل ثابت و واضح ہے کہ یزید کو قیصر روم کی طرف جانے والے جس لشکر میں شرکت کے لیے زبردستی بھیجا گیا تھا، وہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے کئی لشکر مدینہ قیصر کی طرف حملہ آور ہو چکے تھے۔ اس لیے یزید پہلے لشکر کے لیے بیان ہونے والی خوش خبری کا مصداق و حق دار نہیں ہے۔

**حدیثِ بالا کا فنی جائزہ:**

روزمرہ زندگی میں بھی جب کوئی بات کسی سے منسوب کی جائے تو اس کی مضبوطی جانچنے کے لیے دو باتیں دیکھی جاتیں ہیں:

01- بیان کرنے والے یعنی راوی کتنے ہیں اور ان کے احوال کیا ہیں؟

02- جو بات منسوب کی گئی ہے اس کا متن و مضمون کیا ہے؟

آئیے ان دونوں اعتبارات سے حدیث قسطنطنیہ کا جائزہ لیتے ہیں:

اس حدیث کا پہلا راوی اسحاق بن (ابراہیم بن) یزید دمشقی ہے:

ازدی، ابن عدی اور علامہ ذہبی جیسے آئمہ نقد و جرح نے اسے اور اس کی روایات کو ضعیف اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے:

حضرت ابو زرعہ فرمایا کرتے تھے: **ادركناه و لم نكتب عنه**

(11)

”وہ ہمارا ہم عصر تھا لیکن ہم اس کی روایت نہیں لکھا کرتے تھے۔“

میزان الاعتدال میں ہے:

”بقول ابن عدی حضور نبی کریم ﷺ سے مروی اس کی بیس روایات تمام

کی تمام غیر محفوظ ہیں“ (12)

دوسرا راوی یحییٰ بن حمزہ ہے:

اگرچہ اس کی ثقاہت بھی منقول ہے تاہم آئمہ نقد و جرح نے اس کا قدری یعنی تقدیر

کا منکر ہونا بیان کیا ہے۔ (13)

تیسرا راوی ثور بن یزید حمصی ہے:

یہ شخص بھی قدریہ فرقہ سے ایسا تعلق رکھتا تھا کہ بقول علامہ ذہبی، ابن معین کہتے ہیں:

ما رأيت احدا يشك انّه قدری... کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جو اس کے

قدری ہونے میں شک کرتا ہو۔

عبداللہ بن سالم فرماتے ہیں: ادرکت اہل حمص وقد اخرج جواثورا و اخرجوا دارہ لکلامہ فی القدر  
 ”حمص والوں نے تقدیر کے بارے میں اس کی گفتگو کی وجہ سے اسے  
 حمص سے نکال دیا اور اس کا گھر جلا ڈالا تھا“  
 امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

کان ثوریری القدر و کان اہل حمص نفوہ و اخرجوہ  
 ”ثور قدری تھا اور اہل حمص نے اسے حمص سے نکال دیا تھا“  
 جب کوئی آدمی شام آنے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن ابی رواد اس سے کہتے:  
 اِنَّ بِہَا ثوراً فَاَحْذَرْ لَا یَنْطِحُکَ بِقَرْنِیْہِ<sup>(14)</sup>  
 ”وہاں ثور (بیل) ہے، اس سے بچو وہ تمہیں اپنے سینگوں سے نہ مارے“  
 عطا خراسانی کہتے تھے:

لا تجالسوا ثور بن یزید انہ کان قدریاً<sup>(15)</sup>  
 ”ثور بن یزید کے پاس نہ بیٹھنا اس لیے کہ وہ تقدیر کا منکر ہے“  
 کتاب الجرح والتعدیل اور تہذیب التہذیب میں بھی حضرت سفیان ثوری  
 سے ثور بن یزید کے سینگوں سے بچنے کی تاکید منقول ہے<sup>(16)</sup>۔  
 اسی طرح سلمہ بن العیار بھی اسے برا سمجھتے تھے۔<sup>(17)</sup>

اس شخص کے بارے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ ملاحظہ ہو:

قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَتَہٰی مَالِکٌ عَنْ مُجَالَسَتِہِ وَلَیْسَ لِمَالِکٍ عَنْ رَّوَاِیَۃِ

لَا فِي الْمَوْظَا وَلَا فِي الْكُتُبِ السِّتَّةِ<sup>(18)</sup>

”جب وہ مدینہ منورہ آیا تو امام مالک نے اس کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا اور امام مالک نے موطا میں اس سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی کتب ستہ میں اس سے کوئی روایت لی گئی ہے“

اوزاعی کے بارے میں بھی منقول ہے کہ: کان الاوزاعی يتكلم فيه و

یہ ہجوہ<sup>(19)</sup>

”اوزاعی اس کے بارے میں کلام کرتے اور اس کی برائی بیان کرتے تھے“

میزان الاعتدال میں یہی بات اس طرح ہے:

کان الاوزاعی سیبی القول فی ثور<sup>(20)</sup>

اوزاعی احادیث بیان کر کے اس پر لعنت بھیجتے ہوئے یہ بھی کہتے تھے کہ

(اے ابو مسلم فزاری) کیا تُو اپنا دین اس شخص سے لے گا؟<sup>(21)</sup>

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے:

جو ثقہ تو ہے مگر اکثر مرسل روایات بیان کرتا تھا<sup>(22)</sup> اور مرسل وہ روایت ہے جس کی آخر سند میں تابعی صحابی کا درمیانی واسطہ ذکر کیے بغیر کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔

پانچواں راوی عمیر ہے جو جھوٹے مدعی نبوت اسود عسی کا بیٹا ہے:

البدایہ میں ہے: تفرد به البخاری دون اصحاب الكتب الستة<sup>(23)</sup>

”کتب ستہ کے اصحاب میں سے اکیلے امام بخاری ہی نے اس راوی سے روایت لی ہے“۔

امام بخاری کے بھی اس پر اعتماد کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس سے ایک اس روایت کے سوا بخاری میں کوئی اور روایت نہیں لی۔<sup>(24)</sup>

معلوم ہوا کہ اس روایت کے پانچ میں سے تین راوی قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ قدریوں یعنی تقدیر کے منکروں کے بارے میں حضور ﷺ کا فیصلہ:

اگرچہ آپ نے قدریوں کے عقائد کی گندگی کا اس سے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس گندگی کی وجہ سے حمص والوں نے انہیں جلا وطن کر دیا تھا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی تھی تاہم اُن کی اسلامی حیثیت و اصلیت جاننے کے لیے محبوب خدا ﷺ کا فیصلہ بھی پڑھ لیجیے:

01- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَنَفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لِهَمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمَرْجُئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ<sup>(25)</sup>

”میری اُمت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، ایک صرَجُئہ اور دوسرے قدریہ“۔

02- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْقَدَرِيَّةُ هَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرَضُوا فَلَا تُعَوَّدُ وَهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تُشْهَدُ وَهُمْ<sup>(26)</sup>

”قدری اس اُمت کے مجوسی ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو اُن کے جنازے میں شرکت نہ کرو“۔

03- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے:

وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَالِ وَحَقٌّ، عَلَى اللَّهِ أَنْ يُلْحَقَهُمُ بِالْدَّجَالِ<sup>(27)</sup>

”اور وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ انہیں دجال کے ساتھ

ملادے۔“

مسلمان کی بیمار پرسی کرنا اور اس کے فوت ہونے پر اس کے جنازے میں شرکت کرنا، ان کاموں کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں سے ارشاد فرمایا جب کہ قدریوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی شدید ناراضگی و ناپسندیدگی کا اظہار و اعلان فرمایا تو اس سے اُن کے دعویٰ اسلام و ایمان کی حقیقت و اصلیت کا اندازہ کر لیجیے۔

ایک اہم انکشاف:

اس حدیث کے ان راویوں کا قدری ہونا ہی ان کی اصلیت واضح کر دینے کے لیے کافی تھا جب کہ ثور بن یزید کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی نے جو انکشاف فرمایا ہے وہ اس روایت کے مدینہ قیصر والے جملے کی حقیقت سمجھنا آسان کر دیتا ہے اور وہ یہ کہ ثور بن یزید کا سینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے لبریز تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

اِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَالَ لَا أُحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ جَدِّي<sup>(28)</sup>

”جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو وہ کہتا کہ میں اس شخص کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ اس نے میرے دادا کو (جنگ صفین میں) قتل کیا تھا۔“

آئیے دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض اور نفرت و عداوت رکھنے والے کے بارے میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ ارشاد فرمایا ہے؟

01- حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ آذَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِي<sup>(29)</sup>

”جس نے علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو یقیناً اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی“

02- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا عَلِيُّ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مَوْمِنٌ وَلَا يَبْغُضُكَ إِلَّا مَنَافِقٌ<sup>(30)</sup>

”اے علی (ؑ)! مومن ہی یقیناً تم سے محبت کرے گا اور ضرور منافق ہی تمہارے ساتھ بغض رکھے گا۔“

03- حضرت ابوسعید خدری (ؓ) فرماتے ہیں:

كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ بِبَغْضِهِمْ عَلِيًّا (31)

”ہم منافقوں کو حضرت علی (ؑ) کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیا کرتے تھے۔“

اس وضاحتی تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت علی (ؑ) کے خلاف ایسا دلی بغض رکھنے والا کتنا ہی ثقہ اور قابل قبول کیوں نہ ہو، خاص طور پر اہل بیت کے بارے میں اس کے بیان پر کتنا اعتبار کیا جاسکتا ہے جب کہ دیگر کئی واضح قرائن و شواہد اس روایت کے زیر گفتگو الفاظ کی صحت و ثقاہت کو شدید مجروح کرنے کے لیے موجود ہوں۔

ایک طرف حضرت علی (ؑ) کے لیے ثور بن یزید کے یہ الفاظ اس کے دل میں موجود نفرت اور اس کے پس منظر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں تو دوسری طرف بنو امیہ کے لیے اُس کے اس جذبے کی عکاسی بھی کرتے ہیں جو شام کے بہت سے لوگوں کو بڑے سے بڑا ناجائز کام کرنے پر بھی آمادہ رکھتا تھا۔

اسی لیے جب شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے ذریعے یزید جیسے شخص کو بخشا ہوا اور جنتی قرار دیا جا رہا ہے تو آپ نے ان واشگاف الفاظ میں اس کوشش کے پیچھے پائے جانے والے اس قبائلی و علاقائی جذبے کا پردہ چاک کر دیا:

بَانَ هَذَا جَارٍ عَلَى طَرِيقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِي أُمَيَّةَ (32)

”یہ بنی امیہ کی حمایت و عصبيت کی وجہ سے جاری ہوا ہے۔“

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اس سے اور زیادہ تقویت حاصل ہوتی



ہے کہ مدینہ قیصر والی اس حدیث کے تمام راویوں کا تعلق شام (دمشق و حمص) سے ہے جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث پاک میں جو صرف بخاری شریف ہی میں پانچ مقامات پر متعدد راویوں کی طرف سے اور دیگر بہت سی کتب احادیث میں بہت سے راویوں کی طرف سے منقول ہے، کسی ایک جگہ بھی مدینہ قیصر والا وہ جملہ موجود نہیں جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے سن کر عمر بھر یہ حدیث بیان کرتے رہے۔ اگر مدینہ قیصر والا جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا حصہ ہوتا تو کبھی تو حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ٹوک کر درست کروادیتیں۔

اس ساری تفصیل سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ مذکورہ جملہ اصل حدیث مبارکہ کا حصہ نہیں بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔ ایسی حدیث کو مدرج کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”کسی حدیث میں راوی کا اپنا کلام اس طرح شامل ہو جس سے گمان ہو کہ

یہ بھی حدیث کا حصہ ہے تو ایسی حدیث کو مدرج کہتے ہیں۔“ (33)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان کہاں اور ایک راوی کے اپنے الفاظ کہاں، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حاصلِ کلام:

قارئین محترم! آپ نے مدینہ قیصر کے الفاظ پر مشتمل روایت اور حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارکہ کے حوالے سے تفصیلی بیان ملاحظہ فرمایا۔ اب آسان ذہن نشینی کے لیے چند اہم نکات خلاصہ پیش خدمت ہیں۔

01- مدینہ قیصر کے الفاظ والی روایت کے اکثر راوی قدری یعنی تقدیر کے منکر ہیں اور

قدریوں کے لیے محبوب خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار و اعلان فرمایا ہے۔

02- ثور بن یزید حضرت علیؓ کے ساتھ شدید نفرت اور بغض رکھتا تھا جو از خود اتوی عصبیت و حمیت کا ثبوت ہے۔

03- اس روایت کے تمام راویوں کا شامی ہونا مزید واضح کرتا ہے کہ مدینہ قیصر والا جملہ محض کسی راوی کی کارستانی ہے۔

04- حضرت انس سے جو حدیث مبارکہ متعدد کتب حدیث میں مروی ہے اُس میں جن دو لشکروں کا ذکر ہے، اُن دونوں کا تعلق سمندری جہاد سے ہے اور ان دونوں لشکروں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی تو منقول ہے مگر کوئی مخصوص فضیلت اور خوش خبری منقول نہیں جب کہ شامیوں کی اس روایت میں ایک سمندری جہاد والا لشکر بیان کرنے کے بعد دوسرے سمندری لشکر کا ذکر گول کر کے اس کی جگہ پر مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والے لشکر کا ذکر شامل کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت انسؓ والی روایت کے برعکس اس میں ”او جبو“ اور ”مغفور لہم“ کی خوش خبریوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔

05- حضرت انسؓ سے مروی حدیث مبارکہ راویوں کی تعداد / تعدد طرق کی بناء پر اوثق یعنی زیادہ مضبوط ہے۔

06- اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مدینہ قیصر والی روایت شاذ یعنی غیر محفوظ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فرمایا ہے (34) بلکہ راویوں کے بد عقیدہ ہونے کی وجہ سے منکر ہے۔

07- جب دونوں روایات میں تطبیق نہ ہو سکے تو مضبوط روایت کے مقابلے میں شاذ بلکہ منکر اور مدرج روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

لہذا مدینہ قیصر کے الفاظ کو بنیاد بنا کر یزید کو جنتی اور بخشا ہوا قرار دینا درست نہیں۔

## تجزیہ و تنقیح کا دوسرا پہلو..... تاریخی حقائق

اگرچہ مدینہ قیصر والی روایت کے تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یزید کے تمام سیاہ کردار اور سیاہ کارنامے نظر انداز کر کے اُسے بخشتا ہوا اور جنتی قرار دینے کے لیے ایسی روایت کو بنیاد بنانا درست نہیں تاہم ضد اور بے جا حمایت کے خمار سے سرشار لوگوں کو ایک اور پہلو سے آئینہ دکھانے کی کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے ہی قائم کردہ معیار پر اپنی کوشش ناکام دیکھ کر حق قبول کر لیں اور باطل کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ حق کی سمجھ اور قبول حق کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

### مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والا پہلا لشکر؟

اگر طریقہ تنزل کے طور پر اور بات آگے بڑھانے کے لیے مدینہ قیصر والے جملے کی صحت و ثقاہت قابل اعتبار تسلیم کر بھی لی جائے تو بھی اس سے یزید کی فضیلت و مغفرت تراشنے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اس لیے کہ.....

01- اس روایت میں قسطنطنیہ کا نام مذکور نہیں بلکہ مدینہ قیصر یعنی قیصر کا شہر مذکور ہے اور اگر حضور ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے بھی ہوں تو تاریخی و جغرافیائی حقائق سے ثابت ہے کہ اس وقت قیصر کا دار السلطنت حمص کا شہر تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فرمایا:

وجوز بعضهم ان المراد بمدينة قیصر المدینہ التي كان

بها يوم قال النبي ﷺ تلك المقالة وهي حمص وكانت دار

ملكته (35) اور بعض نے اسے درست قرار دیا ہے کہ قیصر کے شہر سے

مراد وہ شہر ہے کہ جس دن نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور وہ شہر

حمص ہے جو قیصر کا دار الحکومت تھا۔

اور البدایۃ والنہایۃ کی اس عبارت سے بھی خوب واضح ہے:

وانزل ابو عبیدۃ بمحص جیشاً کثیفاً یکون بہامع جماعۃ من  
الامراء منهم بلال والمقداد وکتب ابو عبیدۃ الی عمر یخبرہ بان  
ہر قل قد قطع الماء الی الجزیرۃ وانه یظهر تارۃً ویخفی اخری (36)

”اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بھاری لشکر کے ساتھ حمص کے پاس  
پڑاؤ کیا۔ آپ کے ساتھ بلال اور مقداد سمیت امراء کی ایک جماعت تھی  
اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اطلاعی خط بھیجا کہ ہر قل  
نے جزیرے کی طرف پانی کاٹ دیا ہے اور وہ کبھی ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی  
غائب ہو جاتا ہے۔“

لہذا قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ کے بجائے حمص مراد لے کر حمص کا جہاد کرنے والے  
پہلے لشکر کو اس فضیلت و بشارت کا مصداق و حق دار سمجھنا چاہیے۔

واضح رہے کہ حمص 15ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا  
تھا جب کہ یزید اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

**نوٹ:** اس لشکر کے مغفور لہم والی خوشی خبری کا مصداق ہونے کی صورت  
میں یہ سمجھنا بھی لازم ہے کہ مدینہ قیصر کے الفاظ والا لشکر تاریخی اعتبار سے پہلا لشکر ہے  
اور حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا والا لشکر تاریخی اعتبار سے دوسرا لشکر ہے جو 32ھ  
میں عازم سفر ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امّ حرام سے یہ فرمانا: انت من الاولین  
(کہ تو پہلے مجاہدین میں سے ہے) تاریخی اعتبار سے نہیں محض ترتیب بیان کے اعتبار  
سے پہلا ہے۔

## قسطنطنیہ کا جہاد کرنے والے لشکروں کی ترتیب و تفصیل:

2۔ اگر قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ ہی مراد لینے پر اصرار رہے تو بھی حامیانِ یزید ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور ان کا مقصد پورا ہونے کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ اس لیے کہ یزید نے قسطنطنیہ کی طرف جانے والے جس لشکر میں شرکت کی تھی وہ اولاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 50/49ھ میں حضرت سفیان بن عوف ؓ کی قیادت میں روانہ ہوا تھا اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے بعد میں یزید کو اس لشکر میں شامل ہونے کے لیے بھیجا تھا۔

اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ 50/49ھ والے مذکورہ لشکر سے پہلے بھی متعدد لشکر قسطنطنیہ کی طرف بھیجے گئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ حضرت معاویہ ؓ نے جو حضرت عثمان غنی ؓ کے دورِ خلافت میں شام کے گورنر تھے، بلادِ روم کی طرف لشکر کشی کی یہاں تک کہ 32ھ میں قسطنطنیہ کے بالکل قریب پہنچ گئے (37)۔ قارئین مد نظر رکھیں کہ جب یہ لشکر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تو اس وقت یزید کی عمر زیادہ سے زیادہ سات سال تھی اس لیے کہ وہ 25، 26 یا 27ھ کو پیدا ہوا تھا (38)۔

2۔ 42ھ میں مسلمان بلادِ روم میں داخل ہوئے اور رومیوں کو شکست دی اور بہت زیادہ سرداروں اور بطریقوں کو قتل کیا۔ (39)

3۔ 43ھ میں مسلمانوں نے حضرت بُسر بن ابی ارطاة کی قیادت میں بلادِ روم پر بحری حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ پہنچ گئے (40)۔

4۔ 44ھ میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمان کی قیادت میں بحری راستے سے مسلمانوں نے لشکر کشی کی۔ (41)

5۔ 46ھ میں پھر حضرت عبدالرحمان ؓ کی قیادت میں بلادِ روم پر حملہ کیا گیا۔ (42)

**نوٹ:** 46ھ میں ہی حضرت عبدالرحمان بلا دروم سے حمص کی طرف چلے گئے تھے اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (43)

06۔ 47ھ میں مسلمانوں نے حضرت مالک بن ہبیرہ السکونی کے ساتھ بلا دروم کی طرف لشکر کشی کی۔ (44)

7۔ 49ھ میں بھی مالک بن ہبیرہ ارض روم میں تھے۔ (45)

8۔ 49ھ میں اور یہ بھی کہا گیا کہ 50ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت و قیادت میں بلا دروم کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ کیا۔ (46)

یہی وہ لشکر ہے جس کے ساتھ جانے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حکم دیا تھا مگر اس نے بوجھ محسوس کیا اور حیلے بہانے کرنے لگا تو انہوں نے اسے روک لیا۔ تاریخ کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

.....وامر ابنہ یزید بالغزاة معهم فتناقل واعتل فامسک عنه ابوہ (47)

**نوٹ:** یزید نے ابتدا میں تو لشکر کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا مگر بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے زبردستی لشکر میں شرکت کے لیے بھیج دیا تھا۔ کون سا لشکر خوش خبری کا حق دار ہے؟

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سرزمین روم امینہ قیصر / قسطنطنیہ کی طرف مسلمانوں کے ایک دو نہیں متعدد لشکروں نے چڑھائی کی۔

مدینہ قیصر والی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لشکر کے شرکاء کے لیے گناہوں کی معافی کی خوش خبری دی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اس مضمون و مسئلہ سے آگاہ ہر شخص جاننے کے لیے بے تاب ہے۔

تو آئیے دوبارہ دیکھتے ہیں مذکورہ روایت کے متعلقہ الفاظ..... حضور ﷺ نے فرمایا:

...اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَّهُمْ...

”میری اُمت کا پہلا لشکر جو (روم کے بادشاہ) قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ آپ لشکر کشی کی تفصیل سامنے رکھتے ہوئے بتائیے کہ قیصر کے شہر پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر کون سا ہے؟

1- قیصر کے شہر سے حمص مراد لینے کی صورت میں 15 ھ میں اس پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے والا لشکر پہلا لشکر ہے۔

2- قسطنطنیہ مراد لینے کی صورت میں حضرت امیر معاویہ کا 32 ھ والا لشکر پہلا لشکر ہے۔  
یہاں ان لوگوں کے ذوقِ تحقیق کی داد دینی چاہیے یا ان کی عقل پر ماتم کرنا چاہیے جو 15 ھ اور 32 ھ سے 48 ھ تک حمص اور قسطنطنیہ کی طرف جانے والے کئی لشکروں کو نظر انداز کر کے 50/49 ھ والے لشکر کو پہلا لشکر قرار دینے کے لیے بضد ہیں۔

اور پھر دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ جو لشکر 50/49 ھ میں حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قسطنطنیہ کی طرف گیا تھا اس میں بھی یزید شروع سے شامل نہیں تھا بلکہ بعد ازاں شامل ہوا۔

قسطنطنیہ فتح کرنے والا لشکر:

اس سے پہلے کہ قسطنطنیہ فتح کرنے والے عظیم لشکر کا ذکر کیا جائے، پہلے پڑھیے مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ:

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَتَفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ وَ لَنَعْمَ الْجَيْشُ تِلْكَ الْجَيْشُ

ولنعہ الامیر امیرھا) (48

”تم یقیناً قسطنطنیہ فتح کر لو گے اور فتح کرنے والا لشکر بھی کیا خوب لشکر ہوگا اور اس کا امیر بھی کیا اچھا امیر ہوگا۔“

3- قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی بجائے اسے فتح کرنے والا لشکر مراد لینے کی صورت میں 857ھ کا سلطان محمد فاتح کا لشکر پہلا لشکر تھا۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”مسلمان خلفاء اور سلاطین میں سے ہر باہمت نے اس کو پورا کرنے کے لیے قسمت آزمائی کی مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت میں آچکی تھی“ (49)۔

آپ خود سوچئے کہ ان حقائق کے باوجود یزید کو پہلے لشکر والی خوش خبری کا حق دار قرار دینے کے لیے کس بے باکی اور ڈھٹائی سے صداقت و دیانت کا خون کیا گیا ہے۔ جہادِ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی اصل کہانی:

یہاں قسطنطنیہ کی طرف جانے والے متعدد لشکروں کے بعد 49/50ھ کے لشکر میں یزید کے شرکت کرنے کی وہ روداد بھی قارئین کے لیے معلومات افزا اور مفید ہوگی جسے علامہ ابن اثیر اور ابن خلدون جیسے مؤرخین نے اپنی کتب تاریخ میں بیان کیا ہے۔ اگر حامیانِ یزید اب بھی تاریخِ نجد نے پر بھند ہیں تو..... علامہ ابن اثیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

”50/49ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک بڑا بھاری لشکر بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے روانہ کیا۔ آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا مگر اُس



نے گرانی محسوس کی اور حیلے بہانے کر کے بیٹھ رہا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ دیکھ کر اُسے رہنے دیا۔ وہاں لشکر میں لوگ بھوک اور شدید بیماری کا شکار ہو گئے تو یزید نے (اطلاع پا کر) یہ اشعار کہے:

مَا اَنْ اَبَالِي بِمَا لَا قَتَ جَمُوعَهُمْ بِالْغَزَقِ وَنَدْنُ مِنْ حَمِيٍّ وَمِنْ مَوْمٍ  
اِذَا تَتَكَلَّتْ عَلَيَّ الْاَلْمَاطُ مَرْتَفَقًا بَدِيرَ مَرَّانٍ عِنْدَ اُمِّ كَلْثُومٍ<sup>(50)</sup>  
”مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ غزق و نہ میں مجاہدین بخار اور چچک میں  
بتلا ہیں۔ جبکہ میں دیرِ مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے  
سہارے بیٹھا ہوں اور میرے پاس اُمّ کلثوم ہے۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یزید کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اُسے  
حضرت سفیان بن عوف کے پاس روم میں بھیجنے کی قسم کھالی تاکہ لشکر والوں کی سی کچھ  
مصیبت اسے بھی پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے اُس کے ساتھ ایک بہت بڑی تعداد کا اضافہ کر  
دیا۔ اس لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابوالیوب  
انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے“ (51)۔

آپ نے دیکھا کہ عیش و عشرت، سیر و شکار، شعر و شاعری اور موسیقی کے رسیا یزید کو  
جہاد اور مسلمان مجاہدین کے حالات سے کتنی دلچسپی تھی۔ یہی نہیں بلکہ مسند اقتدار پر فائز  
ہوتے ہی یزید نے جو پہلا خطبہ دیا تھا اُس کے مندرجہ ذیل الفاظ سے اس کی شخصیت اور  
اس کی ترجیحات خوب واضح ہو جاتی ہیں:

”بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ تم کو بحری جہاد کی مہم پر بھیجا کرتے تھے، مگر میں کسی  
مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے کا روادار نہیں۔ اور بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ تم کو روم  
میں موسم سرما میں جہاد پر روانہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو سردیوں میں روم

میں جہاد کرنے کے لئے نہیں بھیجوں گا اور بے شک وہ تمہیں تمہارا وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے، میں تم کو اکٹھا دیا کروں گا“ (52)۔

اور پھر یہ ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے اسلامی لشکر کو واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ شہر منہدم کر دیا جائے (53) بلکہ علامہ بلاذری نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ:

”یزید بن معاویہ کو قبرص سے فوجیں واپس بلانے کے بدلے میں بہت بڑی رقم رشوت میں دی گئی تھی اور اس نے فوج واپس بلالی۔ اہل قبرص نے ان کا شہر مسمار کر دیا اور مسجدیں بھی گرا دیں“ (54)۔

یہ تھا جہاد روم کے ساتھ یزید کی دلچسپی اور اس لشکر میں یزید کی شرکت کا حال۔ قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ عیش و آرام کے اس دل دادہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جبراً جہاد کے لیے بھیجا تھا جب کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے... انما الاعمال

## تجزیہ و تنقیح کا تیسرا پہلو..... مغفور لہم کا محمل

اگرچہ سابقہ تفصیل سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ یزید کی مغفرت کا محمل محض ریت پر کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم متعدد دلائل و حقائق کے باوجود کوئی یزید کی حمایت پر اُدھا رکھائے بیٹھا ہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ مدینہ قیصر والی روایت کے الفاظ ”مغفور لہم“ کی بشارت بھی یزید کے لیے چنداں مفید نہیں۔

کثیر التعداد علماء اسلام نے وضاحت کی ہے کہ کسی نیک کام پر مغفرت کی خوش خبری سے صرف وہی گناہ معاف ہوتے ہیں جو اُس نیک عمل سے پہلے سرزد ہوئے ہوں۔ اس کے بعد والے گناہوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جیسے حدیث پاک میں ہے کہ:

01- رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ (56)

”جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد مرتد ہو جائے یعنی اسلام سے پھر جائے تو کیا وہ بھی اس خوش خبری کا حق دار ہو کر جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا آسان اور واضح جواب یہی ہے ناں کہ اس شخص نے اپنے ارتداد کی وجہ سے اپنے آپ کو اس خوش خبری کی اہلیت سے خارج کر لیا ہے۔ اسی طرح:

02- وضو، نماز، حج اور روزے پر مغفرت کی بشارت ہے۔

تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وضو، نماز، روزہ اور حج ادا کر لینے والے شخص کو باقی تمام عمر جو چاہے کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو آپ اگر حج اور نماز روزہ ادا نہیں بھی کر سکتے تو ایک مرتبہ وضو کر لیجیے اور پھر احکام شریعت کو پلیٹ کر ایک جانب رکھ دیجیے اور جو

جی میں آئے گل کھلاتے پھرے، آپ جنت کے پکے وارث تو ہو ہی چکے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجات يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم ورأسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الا كونه مغفوره ما تقدم من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها لو كان مع هذا الكلام انه مغفوره الى يوم القيامة يدل على نجاته واذليس فليس بل امره مفوض الى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام و تخريب المدينة والاصرار على شرب الخمر ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه كما هو مسطر في حق سائر العصاة على ان الاحاديث الواردة في شأن من استخف بالعترة الطارة والملحد في الحرم والمبذل للسنة تبقى مخصصات لهذا العموم لو فرض شموله بجميع الذنوب (57)

”بعض لوگ مغفور لہم کے الفاظ کو دلیل بنا کر یزید کی نجات پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے لشکر کا سپہ سالار تھا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے کے گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے۔ کفارات سے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے نہ کہ بعد کے گناہوں کا بھی۔ ہاں البتہ اگر

حضور ﷺ یوں فرما دیتے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والا قیامت تک کے لیے بخشا ہوا ہے (جیسا کہ مختلف مواقع پر متعدد صحابہ کرام ؓ کو نام لے لے کر جنتی ارشاد فرمایا ہے) تو پھر واقعی اس سے استدلال ہو سکتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ حدیث میں موجود نہیں ہیں۔ لہذا مذکورہ الفاظ سے یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہو سکتی نیز اس غزوہ کے بعد اس نے جن برائیوں کا ارتکاب کیا ہے مثلاً حضرت امام حسین ؓ کا قتل، مدینہ منورہ میں قتل و فساد اور شراب نوشی وغیرہ۔ تو پھر جیسا کہ تمام گناہ گاروں کے متعلق حکم ہے ایسے ہی اس کے متعلق کہیں گے کہ اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے یعنی اگر چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔ اور اگر اس کی شمولیت ان تمام (کردہ) گناہوں میں مان کر فیصلہ کیا جائے تو پھر اس کے لیے وہ عموماً بھی باقی نہیں رہتا بلکہ پھر اس کے لیے وہ حدیثیں عذاب کو ثابت کر دیں گی جن میں اہلبیت کرام کی توہین کرنے والوں، حرم محترم کی توہین کرنے والوں اور سنت مصطفویٰ کو تبدیل کرنے والوں کے لیے وعید مذکور ہے۔“

الغرض اس لشکر کے پہلا لشکر نہ ہونے کے باوجود یزید مغفرت کی بشارت کا حق دار ہے بھی تو اس کے مابعد سیاہ کرتوتوں نے اُسے اس بشارت کا اہل نہیں رہنے دیا۔ مغفور لہم کے الفاظ کا مغفرت کی اہلیت کے ساتھ تعلق سمجھنے کے لیے علامہ بدرالدین عینی کی وضاحتی عبارت ملاحظہ ہو:

قلت لا يلزم من دخوله في ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله مغفور لہم مشروط بان

يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد من غزاها بعد ذلك  
لم يدخل في ذلك العموم<sup>(58)</sup>۔

”میں کہتا ہوں کہ مغفرت کے عموم میں اس کے داخل ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل سے اس عموم سے خارج نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشروط ہے اس بات سے کہ وہ شخص مغفرت کا اہل ہو یہاں تک کہ اگر ان غازیوں میں سے کوئی شخص بعد میں مرتد ہو جاتا تو وہ اس عموم میں داخل نہ رہتا۔“  
علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے بھی یہی فرمایا ہے<sup>(59)</sup>۔

## خلاصۃ الباب

01- حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے جن دو لشکروں کا ذکر فرمایا، اُن کے حوالے سے ایک روایت اُن کے سگے بھانجے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ایک بخاری شریف ہی میں (تیرہ) 13 مختلف راویوں سے پانچ طرق سے بیان کیا گیا ہے اور بخاری کے علاوہ بھی یہ حدیث مبارکہ متعدد راویوں سے مختلف طرق سے منقول ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں مدینہ قیصر والی عبارت نہیں ہے۔

دوسری روایت حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے پانچ راویوں کی بیان کردہ ہے جسے بخاری شریف میں صرف ایک مقام پر نقل کیا گیا ہے اور اس میں مدینہ قیصر والی عبارت ہے۔

02- حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارکہ میں بیان کردہ دونوں لشکروں کا تعلق سمندری جہاد سے ہے جبکہ عمیر بن اسود غنسی سمیت دیگر چار راویوں سے مروی حدیث پاک میں دوسرے سمندری لشکر کی جگہ مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والے لشکر کا ذکر ہے اور اس کے لیے بخشش کی خوش خبری بیان ہوئی ہے۔

03- مدینہ قیصر والی حدیث کے اکثر راوی بدعتیہ اور تقدیر الہی کے منکر ہیں۔

04- اس حدیث کا راوی ثور بن یزید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا شدید بغض و نفرت رکھتا تھا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شخص دیگر بہت سے شامیوں کی طرح اہل بیت کا دشمن اور بنو امیہ کی محبت میں غلو کا شکار تھا۔

واضح رہے کہ اس روایت کے دیگر تمام راویوں کا تعلق بھی شام سے تھا۔

05- پیش کردہ تجزیہ سے ثابت ہے کہ مدینہ قیصر کے جملے والی روایت مندرج ہے یعنی اس میں مدینہ قیصر والے جملے کا اضافہ راوی/ راویوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ لہذا اس حدیث

کے یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات کے مقابلے میں پابستہوت و قبولیت کو نہیں پہنچتے۔

06- چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کثرت طرق کے باعث اس روایت سے زیادہ ثقہ اور مضبوط ہے اس لیے مدینہ قیصر والی روایت شاذ بلکہ راویوں کے خاص احوال کے سبب منکر قرار پاتی ہے اور دونوں روایات میں تطبیق و مطابقت کی صورت نہ ہونے کی وجہ سے اس روایت کا مدینہ قیصر والا جملہ قابل التفات نہیں رہتا۔

07- ایسی روایت سے کوئی عقیدہ یا حکم اخذ کرنا درست نہیں۔

08- مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ کا معین شہر مراد لینے کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

09- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر کے الفاظ ارشاد فرمائے بھی ہوں تو اس وقت قیصر کی قیام گاہ اس کا دار السلطنت حمص تھا لہذا مغفرت کی خوش خبری کے حق دار پہلی مرتبہ حمص کا جہاد کرنے والے قرار پاتے ہیں اور تاریخ سے واضح ہے کہ حمص پر پہلی لشکر کشی حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 15ھ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں کی گئی تھی۔

10- اگر اس کے باوجود قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ مراد لینے پر اصرار ہو تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 32ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ہوا۔ اس میں یزید کے شرکت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ 32ھ میں اس کی زیادہ سے زیادہ عمر صرف 07 سال تھی۔

11- یزید نے 52ھ میں جس لشکر میں شرکت کی وہ قسطنطنیہ کی طرف بھیجا جانے والا پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ 32ھ کے پہلے لشکر کے بعد اس 52/50/49ھ والے لشکر تک قسطنطنیہ کی طرف کئی لشکر روانہ کیے جا چکے تھے۔

12- 50/49ھ والے لشکر میں یزید کو اس کی رضامندی کے بغیر جبراً بھیجا گیا تھا اور قرآن وحدیث سے واضح ہے کہ حسن نیت کی بجائے جس کام کی بنیاد جبر و مجبوری پر ہو، اس پر کوئی اجر و



ثواب مرتب نہیں ہوتا چہ جائے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو بخشا ہوا اور جنتی قرار دے دیا جائے۔

13- اگر اس روایت کی خوش خبری قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کے لیے تسلیم کی جائے تو

پہلی مرتبہ قسطنطنیہ فتح کرنے کی سعادت 857ھ میں حضرت سلطان محمد ثانی کو حاصل ہوئی۔

14- مدینہ قیصر کا جہاد کرنے والے پہلے لشکر کے لیے مغفرت کی جو خوش خبری بیان کی گئی

ہے، اس کا تعلق اہل لشکر کے اس جہاد سے پہلے کے گناہوں کی بخشش و مغفرت سے ہے جیسا

کہ کئی دوسرے اعمال پر دی گئی بخشش و مغفرت کی خوش خبری کا مفہوم و مطلب مسلم ہے۔

لہذا کوئی حقائق کا خون کر کے یزید کو ہر صورت میں اس خوش خبری کا حق دار قرار

دینے پر بضد ہو تو بھی اس سے یزید کے اس جہاد میں شرکت سے پہلے کی گناہ کی مغفرت و

معافی مراد ہوگی جب کہ اس کے بعد اس کے سیاہ کرتوت اس سے یہ اہلیت سلب کر لینے کے

لیے بہت کافی ہیں۔

15- بعض احادیث مبارکہ میں جس قریبی دور کے حکمرانوں کی مذمت کی گئی ہے،

علماء اسلام نے اس سے یزید کا سیاہ دور حکومت ہی مراد لیا ہے اور اس دور کے بارے میں

حضور ﷺ کی طرف سے حاصل ہونے والے خاص علم کی بنا پر صحابی رسول حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چلتے پھرتے اعلاناً اس دور سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اس دور کے آغاز سے

پہلے ہی موت کی دُعا و تمنا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور

59ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا جب کہ 60ھ میں یزید تخت نشین ہوا اور 61ھ میں واقعہ

کر بلا اور بعد ازاں واقعہ حرّہ پیش آیا۔

پس ثابت ہوا کہ یزید کو بخشا ہوا اور جنتی قرار دینے کے لیے ”حدیث قسطنطنیہ“ کا

سہارا لینا درست نہیں۔

**نوٹ:** قارئین یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھیں کہ یزید کی ہلاکت کے بعد تقریباً چار سو سال

تک کسی نے اس روایت سے یزید کی مغفرت پر استدلال نہیں کیا۔ چار صدیاں گزرنے کے بعد پہلی مرتبہ یہ شوشہ اُس وقت سامنے آیا جب شارح بخاری مہلب المتوفی 433ھ نے اس روایت سے یزید کی منقبت اخذ کی۔

واضح رہے کہ مہلب بنی اُمیہ کے آخری حکمران، ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ کے زیر سایہ قاضی کے عہدے پر فائز تھا اور حضرت امام قسطلانی نے بنی اُمیہ کی محبت و حمیت اور عصیت کو اس کا رگزاری کا سبب قرار دیا ہے۔<sup>(60)</sup>

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی اور دیگر نامور محدثین نے قاضی مہلب کی مدح یزید کو رد کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ یزید اپنے برے کردار اور ”کارناموں“ کی وجہ سے ہرگز اس مغفرت کی بشارت کا مصداق و حق دار نہیں۔

## حوالہ جات باب نمبر 01

- 01- بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء بالجہاد للرجال والنساء ج 1 ص 391
- 02- (i) بخاری ج 01 ص 392 (ii) مسلم ج 02 ص 142
- 03- بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 403
- 04- بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 405
- 05- بخاری کتاب التعبير ج 02 ص 1029
- 06- فتح الباری ج 11 ص 63
- 07- (i) کامل ابن اثیر ج 02 ص 470، 469 (ii) البدایہ والنہایہ ج 07 ص 290، 291
- 08- کامل ج 02 ص 511
- 09- (i) طبری ج 2 ص 718 (ii) کامل ج 2 ص 503
- (iii) البدایہ ج 07 ص 299
- 10- (i) بخاری کتاب الجہاد باب ما قبل فی قتال الزوم ج 01 ص 410
- (ii) عمدة القاری ج 14 ص 276 (iii) البدایہ والنہایہ ج 8 ص 31
- 11- (i) تہذیب التہذیب ج 01 ص 220 حدیث 410
- 12- (i) میزان الاعتدال ج 01 ص 329 (ii) تہذیب التہذیب ج 01 ص 220
- 13- (i) تہذیب التہذیب ج 11 ص 200 ج 339
- (ii) تقریب التہذیب ج 02 ص 300 (iii) میزان الاعتدال ج 7 ص 169
- (iv) مقدمہ فتح الباری جز ثانی ص 171
- 14- (i) تہذیب التہذیب ج 02 ص 34 (ii) میزان الاعتدال ج 02 ص 97
- 15- تہذیب الکمال ج 03 ص 279
- 16- (i) کتاب الجرح والتعديل ج 01 ص 468 (ii) تہذیب التہذیب ج 02 ص 34
- 17- میزان الاعتدال ج 02 ص 97
- 18- تہذیب التہذیب ج 02 ص 34
- 19- (i) تہذیب الکمال ج 03 ص 279 (ii) تہذیب التہذیب ج 02 ص 33، 34
- 20- میزان الاعتدال ج 02 ص 97
- 21- تہذیب الکمال ج 03 ص 279
- 22- تقریب التہذیب ج 01 ص 263
- 23- البدایہ ج 06 ص 332
- 24- (i) فتح الباری ج 06 ص 78 (ii) ارشاد الساری ج 05 ص 104
- 25- (i) ترمذی باب ما جاء فی القدریہ ج 02 ص 37
- (ii) اردو ترجمہ از القاء الخفاء ص 253

- 26 (i) سنن ابوداؤد باب فی القدر ج 02 ص 396 (ii) خصائص کبریٰ ج 02 ص 324  
(iii) مشکوٰۃ ص 14 (iv) ازالۃ الخفاء مترجم ص 253 (v) حیاۃ الصحابہ ج 03 ص 38
- 27 سنن ابوداؤد باب فی القدر ج 02 ص 396
- 28 (i) تہذیب الکمال ج 03 ص 276 (ii) تہذیب التہذیب ج 2 ص 33 رقم 57
- 29 (i) مسند احمد (ii) متدرک حاکم ج 03 ص 335
- (iii) الجامع الصغیر ج 02 ص 158 (iv) مجمع الزوائد ج 09 ص 139
- 30 (i) مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی حب الانصار ج 01 ص 60  
(ii) مسند احمد ج 01 ص 128 (iii) ترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی
- ج 02 ص 215
- 31 ترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی ج 02 ص 213
- 32 ارشاد الساری شرح بخاری ج 5 ص 104
- 33 نزہۃ النظر شرح نخبة الفکر عسقلانی ص 102
- 34 فتح الباری ج 11 ص 62
- 35 فتح الباری ج 6 ص 78
- 36 البدایہ ج 7 ص 153
- 37 (i) طبری ج 2 ص 718 (ii) کامل ج 2 ص 503
- (iii) البدایہ ج 07 ص 299
- 38 البدایہ ج 08 ص 320
- 39 (i) تاریخ طبری ج 3 ص 192 (ii) کامل ج 03 ص 19
- (iii) البدایہ ج 08 ص 12
- 40 (i) تاریخ طبری ج 03 ص 197 (ii) کامل ج 03 ص 26
- (iii) البدایہ ج 08 ص 13
- 41 (i) تاریخ طبری ج 03 ص 215 (ii) کامل ج 03 ص 38
- (iii) البدایہ ج 08 ص 19
- 42 (i) طبری ج 03 ص 223 (ii) کامل ج 03 ص 51
- (iii) البدایہ ج 08 ص 26
- 43 (i) تاریخ طبری ج 03 ص 223 (ii) کامل ج 03 ص 51
- (iii) البدایہ ج 08 ص 27
- 44 (i) تاریخ طبری ج 03 ص 224 (ii) کامل ج 03 ص 53
- (iii) البدایہ ج 08 ص 28
- 45 (i) تاریخ طبری ج 03 ص 225 (ii) کامل ج 03 ص 53
- (iii) البدایہ ج 08 ص 31
- 46 (i) کامل ج 03 ص 56 (iii) البدایہ ج 08 ص 54

- 47 (i) کامل ابن اثیر ج 03 ص 56 (ii) تاریخ یعقوبی ج 02 ص 229
- 48 (i) مسند احمد ج 3 ص 210 (ii) مستدرک حاکم ج 05 ص 338
- 49 سیرۃ النبی شبلی ج 03 ص 385
- 50 کامل ج 03 ص 56، 57
- 51 کامل ج 03 ص 57
- 52 البدایہ ج 08 ص 208
- 53 فتوح البلدان، بلاذری اردو ترجمہ حصہ اول ص 228
- 54 فتوح البلدان، بلاذری اردو ترجمہ حصہ اول ص 228
- 55 بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی
- 56 بخاری ابواب التہجد باب صلوة النوافل جماعة
- 57 شرح تراجم ابواب بخاری ص 32
- 58 عمدۃ القاری ج 14 ص 278
- 59 (i) فتح الباری ج 06 ص 78 (ii) ارشاد الساری ج 05 ص 104
- 60 ارشاد الساری ج 05 ص 105

دوسرا باب

یزید کے افکار و نظریات

اور

”کارنامے“



## یزید کے افکار و نظریات اور ”کارنامے“

یزید بے دید احادیث مبارکہ کی روشنی میں

01- حضور ﷺ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے سنا:

ہلکة امتی علی یدہا غلۃ من قریش

”میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لوشئت ان اقول فلان وبنی فلان فعلت<sup>(01)</sup>

”اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں اور فلاں کے لڑکے ہوں گے تو میں ایسا کر سکتا

ہوں۔“

02- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان فساد اُمتی علی یدی غلبۃ سفہاء من قریش<sup>(02)</sup>

”میری امت کا فساد قریش کے بعض بے وقوف (ناپختہ) لڑکوں کے ہاتھوں

پر ہوگا۔“

03- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اول من یغیر سنتی رجلٌ من بنی امیہ<sup>(03)</sup>

”سب سے پہلے میری سنت کو تبدیل کرنے والا شخص بنی امیہ میں سے ہوگا۔“

04- حضور ﷺ کن تین قبیلوں کو ناپسند کرتے تھے؟



حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یکرہ  
ثلاثة اَحیاء ثقیف وبنی حنیفة وبنی اُمیّہ <sup>(04)</sup>  
”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس حال میں کہ آپ ثقیف، بنی حنیفہ اور  
بنی اُمیہ کو ناپسند کرتے تھے۔“

05- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث حسن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یكون خَلْفٌ من بعد سنتین سنة اضا عوا الصلوة واتبعوا  
الشّهوات فسوف یلقون غیاً <sup>(05)</sup>

”وہ ناخلف سا ٹھہر کر کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور  
شہوات کی پیروی کریں گے تو عنقریب غم میں ڈالے جائیں گے۔“

وروی زبیر بن بکار عن عبدالرحمن بن سعید بن زید بن  
عمرو بن نفیل انه قال فی یزید بن معاویہ: لست منا  
ولیس خالك منا یا مضیع الصلوة للشّهوات <sup>(06)</sup>

”حضرت زبیر بن بکار حضرت عبدالرحمان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے  
یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا: تو بھی ہم سے نہیں ہے اور تیرا خالو بھی  
ہم سے نہیں۔ اے شہوات کی خاطر نمازوں کو ضائع کرنے والے!“

**نوٹ:** البدایہ میں ہے: وکان فیہ ایضاً اقبال علی الشّهوات وترك  
بعض الصلوات فی بعض الاوقات <sup>(07)</sup>

”یزید میں شہوات میں مبتلا ہونا اور بعض اوقات نمازیں ترک کرنا پایا جاتا تھا۔“

06- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تعوذوا باللّٰه من سنة سنتین ومن امارۃ الصبیان <sup>(08)</sup>

”ساتھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت و حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔“

07- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا:

ان اباہریرۃ کان یمشی فی السوق ویقول اللہم لا تدركنی  
سنة ستین ولا امارۃ الصبیان<sup>(09)</sup>

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے: اے اللہ!  
مجھے 60ھ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ ہی لونڈوں کی حکومت کا۔“

یزید ان میں سے پہلا لونڈا ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وفی هذا اشارة الى ان اول الا غیلمة کان فی سنة ستین  
وهو کذا لک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیہا وبقی الى  
سنة اربع وستین فمات<sup>(10)</sup>

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان  
لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا 60ھ میں برسر اقتدار آیا جو بالکل واقع  
کے مطابق ہے کیونکہ یزید بن معاویہ 60ھ میں بادشاہ بنا اور پھر 64ھ  
تک زندہ رہ کر مر گیا۔“

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال المظہر لعلہ ارید بہم الذین کانوا بعد الخلفاء  
الراشدین یزید و عبد الملک بن مروان وغیرہما<sup>(11)</sup>

”مظہر نے فرمایا: کہ شاید ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین

(رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے جیسے یزید، عبدالملک بن مروان اور ان کے علاوہ۔

اُمت کو تباہ کرنے والے دیگر لونڈے:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: فانَّ یزید کان غالبًا ینتزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار ویولیہا الا صاغر من اقاربہ<sup>(12)</sup> ”اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید اکثر بڑے بڑے شہروں کی امارت سے بڑی عمر کے لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے کم عمر رشتہ داروں میں سے والی بنا دیا کرتا تھا۔“

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار ثقفی تھا اور ایسے ہی ان کی مثل دوسرے<sup>(13)</sup>۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ظالم کہلانے والا پہلا بد نصیب کون ہے؟

08- ”فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو بیت اللہ کی چابی واپس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: خُذْهَا خَالِدَةً تَاٰ بَدَّةً لَا یَنْزَعُهَا یَا اَبْنٰی طَلْحَةَ مِنْکُمْ اِلَّا ظَالِمٌ... کہ یہ ہمیشہ کے لیے لے لو، یہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی اور اسے کوئی نہیں چھینے گا سوائے ظالم کے۔“ اور یزید ہی وہ شخص ہے جس نے یہ چابی اُن سے چھینی۔ اس کے سوا کسی اور کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ظالم کہلوانے کی جرأت نہیں ہوئی<sup>(14)</sup>، (15)۔

## یزید اہل بیت رسول کا دشمن ہے

محبوب خدا ﷺ کے اہل بیت و قرابت کا مقام و مرتبہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے شغف رکھنے والوں پر بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اہل بیت کے بارے میں یزید کا رویہ جاننے سے پہلے بلا تفصیل و تشریح چند قرآنی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

### آیات مبارکہ:

01- ... إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ

تَطْهِيرًا ★ {احزاب: 33}

”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے“

**نوٹ:** آیات و احادیث مبارکہ کے مجموعی مطالعہ سے ثابت ہے کہ اہل بیت رسول میں ازواج مطہرات اور فاطمہ علی اور حسنین کریمین ﷺ سب شامل ہیں۔

02- قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى {شوری: 23}

”(اے محبوب ﷺ!) تم فرماؤ کہ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا

مگر قرابت کی محبت (تم پر لازم ہے)“

**نوٹ:** اگرچہ اہل قرابت سے متعدد مرادیں بیان کی گئی ہیں تاہم بخاری شریف کی

حضرت سعید بن جبیر ﷺ سے مروی حدیث مبارکہ <sup>(16)</sup> کی رو سے حضور ﷺ کی آل پاک

بھی مراد ہیں جن کے اول مصداق حضرت علی و فاطمہ اور حسنین کریمین (ﷺ) ہیں۔

## احادیث مبارکہ

01- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ص قَالَ نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عَلِيٍّ وَالحَسَنِ وَالحُسَيْنِ وَفَاطِمَةَ فَقَالَ أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ سَلَّمَ لِمَنْ سَأَلَكُمْ (17)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا تو فرمایا: جو تم سے لڑے، میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو تم سے صلح کرے، میں ان سے صلح کرنے والا ہوں۔“

03- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ص قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي (18)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے (درحقیقت) مجھ سے بغض رکھا۔“

04- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هُبَارِيحَانَتَانِي مِنَ الدُّنْيَا (19) ”یہ میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔“

05- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ص قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْتَضُّ لِعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمْتَضُّ الرَّجُلُ الثَّمَرَةَ (20)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو چوستے ہوئے دیکھا جس طرح آدمی کھجور چوستا ہے“

جب قرآنی آیات اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے ذریعے اہل بیت و قرابت اور ان میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بالکل واضح ہے۔

تو اب ملاحظہ فرمائیے کہ یزید نے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

## قتل حسین اور یزید

01- جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید تخت نشین ہوا تو اُس نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو ایک خط روانہ کیا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دیتے ہوئے اپنے لیے بیعت لینے کو کہا۔ اُس نے اپنے خط میں کس کے بارے میں کیا لکھا، درج ذیل عبارت کے الفاظ سے بخوبی واضح ہے کہ مطلق العنان آمرانہ مزاج کے حامل یزید کی مرضی و منشا کیا تھی اور وہ محبوب خدا، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو کیسا پامال کرنے والا تھا؟

فخذ حسینا و عبد الله بن زبیر و عبد الله بن عمر بالبیعة

اخذاً شدیداً لیست فیہ رخصة حتی یبایعوا<sup>(21)</sup>

”حسین بن علی، عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر میری بیعت کے لیے سختی کرو۔ اس میں کوئی نرمی نہ ہو یہاں تک کہ وہ بیعت کر لیں“

اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ ملاحظہ ہوں:

إِذَا آتَاكَ كِتَابِي هَذَا فَاحْضَرِ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَعَبْدَ اللَّهِ ابْنَ زُبَيْرٍ فَخُذْهُمَا بِالْبَيْعَةِ لِي فَإِذَا امْتَنَعَا فَاصْرِبْ أَعْنَاقَهُمَا وَابْعَثْ لِي بِرُؤُوسِهِمَا<sup>(22)</sup>

”جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو اپنے پاس بلاؤ اور ان سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت سے انکار کر دیں تو ان کی گردنیں اڑا دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو“

اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے تو مروان بن حکم نے ولید کو حضرت امام کی گردن اڑانے کا مشورہ دیا مگر ولید نے آپ کو یوں بغیر بیعت جانے دیا

توزید نے اُس کے نرم رویے کے باعث (لتفریطه) اُسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو گورنر مدینہ مقرر کر دیا (23)۔ جسے ابن قیم نے لطیم الشیطان کہا ہے۔ (24)

اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: وکان متواہماً متکبراً (25)..... ”یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ سمجھنے والا بڑا مغرور تھا“۔ اسی طرح طبری اور کمال ابن اثیر میں ہے: وکان عظیم الکبر... (26)، (27) ”وہ تکبر میں بہت بڑھا ہوا تھا“۔

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیرْعَفَنَّ علی منبری جبّار من جبارۃ بنی امیہ حتی یسیل رُعافہ قال: فاخبرنی من رأى عمرو بن سعید بن سعید بن العاص رِعَفَ علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی سال رِعافہ (28)

”یقیناً بنی امیہ کے ظالموں میں سے ایک ظالم کی میرے منبر پر اس طرح تکسیر پھوٹے گی کہ بہنے لگ جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر اس کی تکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہنے لگی۔“

کیا ان عبارات کو پڑھنے کے بعد بھی یزید کے خیالات اور عزائم کی سختی کا اندازہ کرنا مشکل ہے؟

کاش یزید کے یہ الفاظ پڑھ کر وہ لوگ ہوش کے ناخن لیں جو اس خط کے چند ہی ماہ بعد برپا ہونے والے تاریخ کے بہت بڑے سانحے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے یزید عنید کو بے تصور قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ آپ کے قتل سے بالکل راضی نہ تھا۔



دیانت و انصاف سے کام لینے والوں کا دلائل و حقائق پر مبنی یہی نقطہ نظر ہے کہ اگرچہ یزید نے خود کو حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء ؓ کے خلاف نہ تلوار چلائی، نہ تیر پھینکا اور نہ نیزہ مارا تاہم حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء ؓ کے ساتھ روار کھے جانے والے ظلم و ستم کا یزید بھی اتنا ہی ذمہ دار تھا جتنا آپ پر تیر برس آنے والے، تلوار چلانے والے ظالم ذمہ دار تھے۔

02- جب سفیر حسین جناب امام مسلم بن عقیل ؓ کو فہ میں تشریف فرما تھے اور کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر اپنے مشیروں کے مشورہ کے باوجود حضرت امام مسلم کو قتل کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا تو اُسے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد جیسے سخت گیر اور بغضِ اہل بیت سے لبریز شخص کو کس نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا؟ اور اس کو کیا ذمہ داری سونپی تھی؟ حامیانِ یزید تو کیا بتائیں گے، درج ذیل عبارت پڑھیے اور خود جان لیجیے:

ثم كتب يزيد الى ابن زياد: اذا قدمت الكوفة فاطلب

مسلم بن عقیل فان قدرت عليه فاقتله وانفه) (29)

”پھر یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ جب تو کوفہ پہنچے تو مسلم بن عقیل کو طلب کر

اور تو اس پر غلبہ پالے تو اسے قتل کر دینا یا اس کی ناک کاٹ دینا۔“

حضرت امام حسین ؓ کے حوالے سے خود ابن زیاد کا درج ذیل بیان آنکھیں کھول

دینے کے لیے کافی ہے:

واما قتل الحسين فانه اشار الي يزيد بقتله او قتلي فاخترت قتله) (30)

”یزید نے مجھے یہ اشارہ کر دیا تھا کہ یا تو حسین کا قتل یا میرا (ابن زیاد) تو

میں نے اس کا قتل کرنا چن لیا“

03- حضرت امام حسین ؓ کا سر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس کا سلوک ملاحظہ ہو:

وَهُوَ يَنْكُثُ بِهِ ثَغْرَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذَا وَإِيَّاَنَا كَمَا قَالَ الْخَصِيُّ

ابْنُ الْحَمَامِ:

أَبِي قَوْمَنَا أَنْ يُنْصَفُونَا قَوَاضِبٌ فِي أَيْمَانِنَا تَقْطُرُ الدِّمَاءَ  
يَفْلِقْنَ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعَزَّةٍ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَنَى وَأَظْلَمًا  
فَقَالَ لَهُ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ أَتَنْكُتُ بِقَضِيِّكَ فِي ثَغْرِ  
الْحُسَيْنِ أَمَا لَقَدْ أَخَذَ قَضِيَّكَ فِي ثَغْرِهِ مَا خِذَا الرَّبِّمَارِ أَيْتَ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْشِفُهُ أَمَا أَنْتَ يَا يَزِيدُ مَجِيئُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ  
وَابْنُ زِيَادٍ شَفِيعُكَ وَيَجِيئُ هَذَا مُحَمَّدٌ شَفِيعُهُ<sup>(31)</sup>

”وہ چھڑی سے امام حسین ﷺ کے ہونٹوں کو ٹھوک دینے لگا (مارنے لگا) اور کہنے لگا کہ ہماری اور ان کی مثال حصین بن حمام کے ان اشعار کی مصداق ہے: ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے انکار کر دیا پس ان تلواروں نے انصاف کیا۔ ان سے خون ٹپکتا تھا اور جو ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں۔ انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں جو ہم پر غالب تھے حالانکہ وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

حضرت ابو بزرہ اسلمی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمانے لگے: کیا تو اپنی چھڑی حضرت حسین ﷺ کے ہونٹوں پر مارتا ہے؟ (اس بدتمیزی سے باز آ اور) اپنی چھڑی ہٹالے۔ میں نے کئی مرتبہ نبی مکرم ﷺ کو ان ہونٹوں کو بوسے دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اے یزید! قیامت کے دن تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور حسین ﷺ آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے۔“

04- فقال یزید لعلی یا علی، ابوک الذی قطع رحمی، وجہل حقی، و نارعنی سلطانی، فصنع الله به ما قدر آیت! قال: فقال

علی: (ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها) [الحدید: 22] فقال یزید لا بنہ خالد: اردد علیہ، قال: فما درى خالد ما یرد علیہ، فقال یزید قل: (وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر) [الشوری: 30]

”یزید نے امام زین العابدین ؑ سے کہا: تمہارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا، میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا، دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا سلوک کیا تو حضرت زین العابدین ؑ نے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی..... ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها (الحدید: 22) ”جو کوئی بھی مصیبت روئے زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہے وہ اس کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے جو پیدائش عالم سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔“

یزید نے اپنے بیٹے خالد کو اس کا جواب دینے کو کہا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو یزید نے کہا: تم کہو..... وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (الشوری: 30) جو مصیبت بھی تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سی خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے (32)۔“

05- عن فاطمہ بنت علی، قالت: لما اجلسنا بین یدی یزید بن معاویة رق لنا، وامر لنا بشيء، و الطفنا، قالت: ثم ان رجلاً من اهل الشام احمر قام الی یزید فقال: یا امیر

المومنین، ہب لی هذه۔ یعنی، و کنت جاریة و ضیعة۔ فارعدت و فرقت، و ظننت ان ذلک جائز لہم، و اخذت بثیاب اختی زینب، قالت: و کانت اختی زینب اکبر منی و اعقل، و کانت تعلم ان ذلک لا یکون، فقالت: کذبت واللہ و لو مت! ما ذلک لک ولہ، فغضب یزید، فقال: کذبت واللہ، و ان ذلک لی، و لو شئت ان افعله لفعلت، قالت: کلا واللہ، ما جعل اللہ ذلک لک الا ان تخرج من ملتنا، و تدین بغير دیننا، قالت: فغضب یزید و استطار، ثم قال: ایای تستقبلین بهذا! انما خرج من الدین ابوک و اخوک، فقالت زینب: بدین اللہ و دین اخی و جدی اہتدیت انت و ابوک و جدک، قال: کذبت یا عدوة اللہ، قالت: انت امیر مسلط، تشتم ظالماً، و تقهر بسلطانک، قالت: فواللہ لکأنه استحياء فسکت۔ (33)

”حضرت فاطمہ بنت علیؓ سے مروی ہے کہ جب ہمیں یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ہمارے ساتھ نرمی کی اور ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ اسی دوران اہل شام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یزید سے کہنے لگا: اے امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے دے دو۔ اس نے اس بات سے مجھے حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں اس زمانے میں کم سن تھی، میں کانپنے لگ گئی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینب (رضی اللہ عنہا) کے کپڑے پکڑ لیے۔ تو حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) نے کہا: تو نے جھوٹ کہا، قسم بخدا تو نے برا کیا۔ یہ بات نہ تیرے لیے ممکن ہے نہ یزید کے لیے۔ یہ سن کر یزید غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: تو نے جھوٹ کہا۔ خدا کی قسم، اگر میں چاہوں تو یہ کر سکتا ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واللہ ہرگز نہیں تو ایسا نہیں کر سکتا مگر

یہ کہ تو ہماری ملت سے نکل جائے اور ہمارے دین کے سوا کوئی اور دین اختیار کر لے۔

یہ سن کر یزید غصے سے باؤلا ہو کر کہنے لگا: اس بات سے تم میرا مقابلہ کرتی ہو، دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکلے ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کے دشمن! میرے باپ، بھائی اور نانا کے دین سے تُو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید کہنے لگا: اے اللہ کی دشمن! تو جھوٹ کہتی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تو امیر مسلط ہو چکا ہے تو ظلم سے گالیاں دیتا ہے اور اپنی سلطنت میں ظلم و ستم کرتا ہے۔ یہ سن کر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

**نوٹ:** یزید کا یہ کہنا: ”دین سے تو تیرا باپ (حضرت علیؑ) اور تیرا بھائی (حضرت امام حسینؑ) ہی نکلے ہیں“۔ حضرت امام حسین کے علاوہ حضرت علیؑ کو دین سے خارج قرار دینا ہے جو حضرت علیؑ سے اس کے دلی بغض کی علامت ہے اور احادیث مبارکہ میں حضرت علیؑ سے بغض رکھنے والوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یزید کے اسلام کی اصلیت و حقیقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

06- و کان یزید لا یتغدی ولا یتعشی الا دعا علی بن الحسین

الیہ، قال: فدعاہ ذات یوم، و دعا عمر بن الحسن بن علی و هو غلام صغیر، فقال لعمر بن الحسن: اتقاتل هذا الفتی؟ یعنی خالد ابنہ، قال: لا و لكن اعطنی سکیناً و اعطہ سکیناً ثم اقاتلہ، فقال لہ یزید، و اخذہ فضبہ الیہ ثم

قال: ”شذشنة اعرفها من اخزم“ هل تلد الحية الاحية! s  
 ”یزید روزانہ صبح و شام کے کھانے میں حضرت امام زین العابدین ؑ کو  
 اپنے ساتھ شریک کر لیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت حسن ؑ کے کمن بچے  
 عمرو کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلالیا اور اپنے بیٹے خالد کی طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے مذاقا حضرت عمرو بن حسن ؑ سے کہنے لگا: کیا تم اس سے  
 لڑو گے؟ تو عمرو فرمانے لگے: یوں نہیں لڑتا، ایک چھری میرے ہاتھ میں دو  
 اور ایک خالد کے ہاتھ میں، پھر لڑوں گا۔ یزید نے یہ سن کر ابن حسن ؑ کو  
 سینے سے لگا لیا اور کہنے لگا:

هل تلد الحية الآ الحية<sup>(34)</sup> ”سانپ کا بچہ سانپ ہی کو جنم دیتا ہے۔“

یزید کے الفاظ کیا ہیں اُس بغض کی لفظی تصویر ہے جو اہل بیت کے خلاف یزید کے  
 دل میں گھر کیے ہوئے تھا یا یوں کہیے کہ اُس دشمنی اور بغض کی آگ کے شعلے ہیں جو اہل بیت  
 کے خلاف اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔ یا رانِ یزید بھی کتنے پتھر دل ہیں کہ اس ظالمانہ و  
 سنگ دلانہ طرزِ عمل کے باوجود اُس کی حمایت و وفاداری پر کمر بستہ ہیں اور کیسے نہ ہوں جب کہ  
 اہل بیت رسول کا بغض وہاں بھی کار فرما تھا اور یہاں بھی کار فرما ہے۔ یزید کے دلی غیظ و بغض کا  
 بے ساختہ اظہار کرتے ہوئے کتبِ تاریخ کے یہ جملے ان کے جنون کا خمار نہیں اُتار سکے۔

بلکہ اس موقع پر یزید کے فخر و مباہات پر مبنی فاتحانہ اشعار بھی کتبِ تاریخ میں منقول  
 ہیں<sup>(35)</sup>۔ یہ وہی اشعار ہیں جن کے ثبوت کی صورت میں متعدد علماء اسلام نے یزید کو کافر

قرار دیا ہے۔

حامیانِ یزید کی ایک شاطرانہ چال اور اس کا جواب:

اہلِ بیت کے مقابلے میں یزید کی محبت کے نشے میں چور لوگوں نے ان سب باتوں سے آنکھیں بند کر کے یزید کی اس پشیمانی کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا جس کا اظہار اس نے حضرت امام حسین ؑ کا سر اقدس آنے پر کیا تھا۔

پہلے تو آپ پڑھیے یزید کے جملے اور پھر جانے اصل حقیقت:

اما والله لو ائنی صاحبك ما قتلتك<sup>(36)</sup> ”(اے حسین!) اگر میں تیرے ساتھ ہوتا تو تجھے قتل نہ کرتا۔“

فدمعت عینا یزید و قال: والله لو ائنی صاحبہ لعفوت عنه<sup>(37)</sup>

”یزید کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اس نے کہا: اللہ کی قسم، اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں ان سے درگزر کرتا۔“

یہ اور اس قسم کے دیگر چند جملے بیان کر کے یزیدی اپنے مدد و مخدوم یزید کو حضرت امام حسین کے قتل پر بہت پشیمان اور ناراض بتاتے ہیں۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ احباب بخوبی جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ جب اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں تو اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ٹسوے بہانے اور بین کرنے لگ جاتے ہیں مگر کیا عدل و انصاف کے ایوان اور مظلوم و مقتول کے ورثاء ان آنسوؤں اور جملوں سے متاثر و مطمئن ہو جاتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں۔ واضح شواہد کے ہوتے ہوئے ایسی فریب کاریوں کی کیا اہمیت ہے؟ معتبر علماء اسلام کا یہی موقف ہے کہ اولاً اور اصلاً یزید نو اسہ رسول اور دیگر اہلِ بیت کے قتل پر راضی تھا۔

ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن کثیر کی یہ عبارت:

ان یزید فرح بقتل الحسین اول ما بلغه ثم ندم على ذلك فقال ابو عبيدة معمر بن المثنى: ان يونس بن حبيب الجرمي حدثه قال: لما قتل ابن زياد الحسين ومن معه بعث برؤسهم الى يزید فسرّ بقتلهم اولاً وحسنت بذلك منزلة ابن زياد عنده ثم لم يلبث الا قليلاً حتى ندم... (38)

”یزید پہلے تو حضرت حسین کے قتل کی خبر سے خوش ہوا۔ پھر اس پر شرمندہ ہوا۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ نے یونس بن حبیب جرمی کے حوالے سے کہا کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تو ان کے سر یزید کی طرف بھیج دیے تو یزید پہلے تو ان کے قتل پر خوش ہوا اور اس ”کارنامے“ کی وجہ سے اس کے ہاں ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی (مگر) یہ کیفیت تھوڑی ہی دیر برقرار رہی۔ یہاں تک کہ وہ شرم سار ہو گیا۔“

کامل ابن اثیر کی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقيل لما وصل رأس الحسين الى يزید حسنت حال ابن زياد عنده وازادته ووصله وسرّ ما فعل ثم لم يلبث الا يسيراً حتى بلغه بغض الناس له ولعنهم وسبهم فندم على قتل الحسين... (39)

”یہ بھی کہا گیا کہ جب حضرت حسین ﷺ کا سر اقدس یزید کے پاس پہنچا تو اس کے ہاں ابن زیاد کا مقام بہت بڑھ گیا اور وہ اس کا خاص مقرب بن گیا اور یزید اس کے ”کارنامے“ سے خوش ہوا۔ پھر یہ خوشی زیادہ وقت برقرار نہ رہ سکی



یہاں تک کہ اسے خبر ملی لوگوں کی طرف سے اس سے ناراضگی اور ان کے لعنت بھیجنے اور برا بھلا کہنے کی۔ تو پھر وہ حضرت حسین ؑ کے قتل پر شرم سہا رہا۔

### ایک بنیادی سوال:

ان تمام حقائق کے باوجود جو لوگ یزید کی حمایت پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، کیا وہ بتانا پسند کریں گے کہ یزید نے ابن زیاد سمیت واقعہ کربلا اور قتل حسین کے ذمہ دار مجرموں کے خلاف کیا کاروائی کی؟

حافظ ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

وَقَدْ لَعَنَ ابْنُ زِيَادٍ عَلَى فِعْلِهِ ذَلِكَ وَشَتَّمَهُ فِيمَا يَظْهَرُ وَيَبْدُو وَلَكِنْ لَمْ يَعِزْ لَهُ عَلَى ذَلِكَ وَلَا عَاقِبَةُ وَلَا أَرْسَلَ يَعْنِي عَلَيْهِ ذَلِكَ<sup>(40)</sup>

”بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہوگی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہوگا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی اس کا عیب جتانے کے لیے کسی کو بھیجا۔“

حقیقت یہی ہے کہ ان بدنہادوں کو قتل کرنا تو درکنار ان میں سے کسی کو اس کے عہدے تک سے معزول نہ کیا گیا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کا رنامے کے بعد یزید کے دربار میں ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اور بڑھ گیا تھا جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے۔

قارئین محترم! آپ خود سوچئے کہ یزید کے نزدیک حضرت امام حسین و دیگر اہل بیت رسول (رضی اللہ عنہم) کا قتل کتنا بکا تھا بلکہ جیسے کوئی جرم ہی نہ تھا۔

صدافسوس کہ اسلامی نظام عدل تو ایک طرف، کفار و مشرکین کے بہت سے ملکوں

میں بھی کسی کو گالی دینا یا محض اک تھپڑ مار دینا بھی جرم ہوتا ہے اور اس پر مرتکب کے خلاف کاروائی ہوتی ہے مگر یزید رسول خدا کے حقوق و فرائض اور عدل و انصاف کے نظام کو پامال کر کے فوراً کیسا ظالمانہ نظام قائم کر رہا تھا جہاں دیگر رعایا تو ایک طرف خود رسول خدا ﷺ کی آل اولاد کو قتل کرنے والا سنگ دل شخص بادشاہ سے سزا پانے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ بادشاہ کی آنکھ کا تارا بن جائے۔

تعصب کی عینک لگا کر پڑھنے والوں کی بات دوسری ہے، انصاف پسند قارئین تو یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ.....

خولی، شمر، عمرو بن سعد اور ابن زیاد تو ظالم اور قتل حسین کے براہ راست ذمہ دار تھے ہی، یزید بھی بغضِ اہل بیت سے لبریز، قتل حسین سے راضی اور اس ظلم کا پورا پورا ذمہ دار تھا۔  
معتبر آراء:

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مجھے ابن سعد اور ابن زیاد کی حرکات پر اتنا تعجب نہیں ہے جتنا تعجب مجھے یزید کے ذلیل کاموں پر ہے اور جب امام عالی مقام ﷺ کا سراپا کے پاس آیا تو اس نے آپ کے دندان مبارک پر چھڑی ماری۔ حالانکہ امام پاک کے قتل سے یزید کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا لیکن (شہادت امام کے بعد اس کا سراپا کی توہین کرنا) یہ اس کی جاہلیت کے حسد و کینہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس نے کہا تھا: کاش کہ میرے بدروا لے بزرگ آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمد کی اولاد سے آج بدر کا کیسا بدلہ لیا ہے“ (41)۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

الدولة اليزيدية كانت كلها تناوئاً (42)

”یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی۔“  
الہدایہ کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقد تقدم الله قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله بن زياد<sup>(43)</sup>

”یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت حسین ؑ اور آپ کے ساتھیوں کو عبد اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا۔“

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحق ان رضا يزید بقتل الحسين واستبشاره بذلك<sup>(44)</sup>

”سچ یہ ہے کہ یزید قتل حسین پر راضی تھا اور اس پر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔“

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لعن الله قاتله وابن زياد معه ويزيد ايضاً<sup>(45)</sup>

”اللہ تعالیٰ حضرت امام حسین ؑ کے قاتل پر لعنت کرے اور اس کے

ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی۔“

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والطامة الكبرى ما فعله بأهل البيت ورضا بقتل

الحسين واستبشاره بذلك واهانة لاهل بيته<sup>(46)</sup>

”یزید نے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا اور اس کا قتل حسین پر راضی ہونا

اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور آپ کے اہل بیت کی توہین کرنا، یہ سب

باتیں اُس کے متعلق لعنت کے جواز میں بہت پختہ دلیلیں ہیں۔“

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم كفر يزيد و من معه بما انعم الله عليهم وانتصبا  
العداوة آل النبي ﷺ قتلوا حسيناً رضى الله عنه ظلماً (47)

”پھر یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام پر کفر کیا اور نبی ﷺ کی آل کی دشمنی میں کھڑے ہو گئے اور ظلم کرتے ہوئے حضرت امام حسین ﷺ کو شہید کر ڈالا۔“

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و بعضی دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکرده و بدارا راضی نبوده و بعد از قتل وے و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور و مستبشر نشدہ ایں سخن مردود و باطل است چہ عداوات آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتل ایشان و اذلال و اہانت او مرایشاں را بدرجہ تواتر معنوی رسیدہ است و انکار آں تکلف و مکابرہ است“ (48)۔

”اور بعض دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین ﷺ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا..... یہ بات مردود اور باطل ہے۔ اس لیے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔“

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بد بختی او کرا سخن است کارے کہ آں بد بخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضی از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ

اند نہ آنکہ ازوے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند (49)۔

”یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں، اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔“  
مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں:

وامر یزید بذالك واستبشاره به متواتر لا يمكن الانكار عنه  
وقد روى عن يزيد لعنه الله ليت اشياخي ببدر  
رشهدوا... وعد لنا ببدر فاعتدل (50)

”اور یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ کے قتل پر اس نے خوشی کا اظہار کیا تھا اور یہ بات اتنے تواتر سے ثابت ہے کہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے نیز یزید، اللہ کی لعنت ہو اس پر، اس سے نقل کیا گیا ہے کہ (شہداء کر بلا کے مقدس سر دیکھ کر) یزید نے کہا تھا: کاش آج میرے بدر والے بزرگ (جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے) موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے ان سے بدر کا کیسا بدلہ لیا ہے پس اب حساب برابر ہو گیا ہے۔“  
مزید لکھتے ہیں:

”یزید نے خلیفہ بننے کے بعد وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ امام حسین کو قتل کرایا، اہل بیت کی اہانت کی۔ جب سر مبارک امام کا آیا تو مردود کہنے لگائیں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔“ (51)

## مزید معتبر شواہد

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب یزید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے خط لکھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے

یزید کی طرف تفصیلی جواب لکھا جس میں اسے آئینہ دکھاتے ہوئے واضح طور پر لکھا:

قَدْ قَتَلْتَ حُسَيْنًا وَفَتَيَانَ عَبْدَ الْمُطَلِّبِ مَصَابِيحَ الْهَدْيِ  
وَنَجْمَ الْأَعْلَامِ غَادَرْتَهُمْ خِيُولُكَ بِأَمْرِكَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ  
...فَلَا شَيْءَ عَجَبٍ عِنْدِي مَنْ طَلَبَتْكَ وَدِّيَ وَقَدْ قَتَلْتَ وَلَدَ  
أَبِي وَسَيْفُكَ يَقْطُرُ مِنْ دَمِي وَأَنْتَ أَحَدُ ثَارِي وَلَا يَعْجَبُكَ إِنْ  
ظَفَرْتُ بِنَا الْيَوْمَ فَلْنُظْفِرَنَّ بِكَ يَوْمًا<sup>(52)</sup>

”بے شک تو نے حسین اور عبدالطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ اُن کو خاک و خون میں ملا دیا..... مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ تو مجھ سے دوستی کی طلب رکھتا ہے حالاں کہ تو نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، تو میرے عزیزوں کا قاتل ہے اور تو اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تو نے ہم پر غلبہ پالیا ہے۔ ایک دن ہم بھی ضرور تجھ پر غلبہ پائیں گے“

خود یزید کے بیٹے کا بیان:

یزید کی ہلاکت کے بعد اُس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے تخت پر بیٹھے ہی کہا:

ثُمَّ قُلِّدَ ابْنِي الْأَمْرَ وَكَانَ غَيْرَ أَهْلٍ لَهُ وَتَارَعَ ابْنُ بِنْتِ رَسُولٍ

اللہ ﷻ فَقَصَفَ حُمْرُهُ وَانْبَتَرَ عَقْبُهُ وَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِيْنَا  
بِذُنُوبِهِ ثُمَّ بَكَى وَقَالَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأُمُورِ عَلَيْنَا عَلِمْنَا  
بِسُوءِ مَضَرِّعِهِ وَبُنُسٍ مَنَقْلِيهِ قَدْ قَتَلَ عِثْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
وَأَبَاكَ الْحَمْرَ وَخَرَّبَ الْكُعْبَةَ (53)

”پھر میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے جھگڑا کیا۔ آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی۔ پھر وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اپنی قبر میں دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگا: جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں گزری ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے رسول اللہ (ﷺ) کی عترت کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا۔“

و کلاء صفائی کے منہ پر بدنہاد ابن زیاد کا طمانچہ:

کامل ابن اثیر میں ہے:

أَمَّا قَتْلُ الْحُسَيْنِ فَأَنَّهُ إِشَارَةُ إِلَى يَزِيدَ بِقَتْلِهِ أَوْ قَتْلِي فَاخْتَرَتْ قَتْلَهُ (54)

”رہا میرا حسین کو قتل کرنا تو یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ یا تو میں حسین کو قتل کر دوں یا یزید مجھے قتل کر دے گا، لہذا میں نے حسین کو قتل کرنا اختیار کر لیا۔“

## یزید یوں کے ہاتھوں رسول خدا ﷺ کی پریشانی

اب جب کہ پختہ دلائل کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے کہ یزید بھی قتل حسین کا پورا پورا ذمہ دار تھا تو احادیث مبارکہ کی رُو سے دیکھیے کہ یزید اور اس کے گماشتوں نے حضرت امام حسین ؑ کے نانا، اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔

01- عن ابن عباس قال: رأيت رسول الله ﷺ في المنام بنصف النهار اشعث اغبر معه قارورة فيها دمٌ فقلت: بآبي وائي يا رسول الله ما هذا؟ قال: هذا دم الحسين و اصحابه لم ازل التقطه منذ اليوم قال عمار: فاحصينا ذالك فوجدناه قد قتل في ذالك اليوم (55)

”حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک غبار آلود تھے اور آپ کے پاس ایک بوتل تھی جس میں خون تھا۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں۔ (اس روایت کے ایک راوی) عمار کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو اسی دن امام حسین ؑ شہید ہوئے تھے۔“

02- عن سلمی قالت: دخلت على امّ سلمة وهي تبكي فقلت: ما يبكيك؟ فقال: رأيت رسول الله ﷺ في المنام و على راسه و لحيته التراب فقلت: مالك يا رسول الله؟ قال شهدت قتل الحسين آنفاً (56)

”حضرت سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا: آپ کو کس چیز نے رُلا یا



ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے ابھی ابھی حسین کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

اب ایسے شخص کی محبت و عقیدت کے ترانے الاپنا، اُسے حق بجانب اور بے قصور قرار دیتے ہوئے اس کے حکم و حکمرانی کے قصیدے پڑھنا، یہ اللہ و رسول کے حضور جواب دہی کی فکر سے عاری یزیدیوں کا رویہ تو ہو سکتا ہے، ہمارا نہیں۔

**نوٹ:** مسلم شریف کی حضرت عبید اللہ بن قبطیہ والی حدیث مبارکہ <sup>(57)</sup> اور البدایہ کی عبارت <sup>(58)</sup> سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال واقعہ حرہ کے دنوں میں ہوا جو 63ھ میں برپا ہوا۔

## کربلا کے بعد ایک اور کربلا

واقعہ کربلا کے بعد یزید ظلم و ستم کی کوئی اور داستان رقم نہ بھی کرتا تو ایک واقعہ کربلا ہی اُس کی شخصیت اور اس کے کردار کی عریاں تصویر پیش کر دینے کے لیے کافی تھا مگر یزید کہاں اس ایک کربلا پر اکتفا کرنے والا تھا۔ اس نے اپنی موت سے پہلے دو اور ایسے ”کارنامے“ انجام دیے جن کی وجہ سے آج تک اہل اسلام کے جگر چھلنی ہیں۔

چونکہ 60ھ میں یزیدی فوجوں نے خاندانِ رسول پر ایک قیامت ڈھائی تھی اور خاندانِ فدائیانِ اہل بیت نے جرأت و بہادری اور صبر و استقامت کی بہت بڑی مثالیں پیش کی تھیں اس لیے واقعہ کربلا کے ذکر و بیان کو ہمیشہ ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور ہو سکتا ہے بہت سے لوگ اس کے بعد کے واقعات کی دردناک تفصیلات سے تاحال بے خبر ہوں مگر پورے یزیدی دور کی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس نے محبوبِ خدا، حضورِ مصطفیٰ کریم ﷺ کے ساتھ محبت و قربت کی نسبت رکھنے والے افراد اور مقامات کو اپنے جو رجحان کا نشانہ بنانے کے لیے مزید کیا کچھ کیا؟

محبت و عقیدت اور ادب و احترام والوں کی تو بات ہی اور ہے، کیا حامیانِ یزید نے محبوبِ خدا، محبوبِ کائنات، حضورِ تاجِ دارِ ختمِ نبوت ﷺ کے شہرِ مدینہ کی شان و عظمت کے تفصیلی بیان کتبِ حدیث میں ملاحظہ نہیں کیے؟ کیا امام بخاری و امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتب میں فضائلِ مدینہ کے ابواب قائم نہیں کیے؟

مدینہ منورہ کی محبت و برکت ہی کی وجہ سے تو حضرت عمرؓ یہاں موت و مدفن کی تمنا اور دُعا کرتے تھے<sup>(59)</sup> اور عہدِ رسالت سے لے کر آج تک اہلِ ایمان کے دل اس

دیار رسول کی حاضری کے لیے دھڑکتے اور تڑپتے ہیں۔ حاضری کی سعادت حاصل ہو جائے تو زہے نصیب ورنہ حاضری کے تصور و تذکرہ ہی سے آنکھوں میں محبت کے موتی چمکنے لگتے ہیں۔

قارئین محترم! آپ جانتے ہیں کہ جب یزید اسلامی تخت پر قابض و مسلط تھا، اس شہر مدینہ کے باسی کون لوگ تھے؟ وہ جنہوں نے براہ راست اپنی باایمان خوش نصیب آنکھوں میں محبوب خدا کے چمکتے چہرے کی نورانی کرنیں سمیٹی تھیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے لیے جیتے جی ہی اللہ کی رضا اور جنتوں کے پروانے قرآن سے بھی عطا ہوئے اور زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ اور ان کے علاوہ وہ جو ان فیض یافتگانِ رسول سے فیض یاب ہونے والے تھے یعنی تابعین کرام رضی اللہ عنہم۔

مگر آہ! یزید کا اگلا نشانہ یہی شہر مدینہ بنا اور اس کے یہ مکین۔ 63ھ میں آسمان نے وہ دل دوز منظر بھی دیکھا جس کی تفصیلات کو تاریخ نے واقعہ حوہ کے نام و عنوان سے محفوظ کر رکھا ہے۔ تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، البدایہ والنہایہ سمیت تاریخ کی کوئی سی کتاب کھول کر دیکھ لیجیے، جا بجا محدثین و مؤرخین کے بے اختیار چیختے چلاتے اور روتے رلاتے الفاظ یزید پلید کی رسول دشمنی اور اُس کے جو رو جفا پر داؤد و محشر سے فریاد کناں نظر آئیں گے۔

اور تو اور واقعہ کربلا کے بعد جب 63ھ میں یزید نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا تو اس ظالمانہ کاروائی کی قیادت کے لیے اس کی نگاہ انتخاب پھر اہل بیت رسول کے قاتل عبید اللہ بن زیاد جیسے سنگ دل اور بے حیا شخص پر پڑی۔

کتب تاریخ میں ہے:

... وبعث الی عبید اللہ بن زیاد یامرہ بالمسیر الی المدینۃ و

محاصرة ابن الزبير بمكة فقال والله لا جمعتهما للفا سق  
قتل ابن رسول الله وغزوا الكعبة<sup>(60)</sup>

”اور یزید نے ابن زیاد کی طرف حکم بھیجا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرے اور پھر مکہ شریف میں عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کرے۔ ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کا قتل اور کعبہ پر حملہ، میں اس نافرمان و بدکار کی خاطر یہ دونوں (برائیاں) جمع نہ کروں گا۔“

یہ الگ بات ہے کہ جب ابن زیاد بد نہاد نے انکار کر دیا تو یزید کو ایک اور ایسا ہی سفاک و سنگ دل شخص مسلم بن عقبہ میسر آ گیا اور اس نے مدینہ منورہ اور اہل مدینہ کے ساتھ وہ سلوک کر دکھایا جس سے یزید کی رسول دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔

جو روجفا کی نئی داستان رقم کرنے کے لیے یزید کی نگاہوں کا انتخاب بننے والے اس نئے سپہ سالار کی اہلیت جاننے کے لیے درج ذیل عبارات کا مطالعہ کافی ہے:

انما یسمیہ السلف مسرف بن عقبہ<sup>(61)</sup> ”اسلاف اُسے مسرف (ظالم / مجرم) بن عقبہ کہتے تھے“

مسرف بن عقبہ قبحہ اللہ من شیخ سوء ما اجهله<sup>(62)</sup>  
”مسرف بن عقبہ، اللہ اس کا چہرہ بگاڑ دے، وہ بوڑھا کتنا برا تھا اور کتنا جاہل“  
یہ وہ بڑھا ہے جسے اُمت کے اکابر علماء نے مسلم کی بجائے مسرف یعنی ظالم کہا مگر غلامانِ یزید نے علمی خیانت کرتے ہوئے صحابی رسول لکھ ڈالا۔

آئیے وہ الفاظ پڑھیے اور چشمِ تصور سے دیکھیے کہ مدینہ کیسے کر بلا بنا اور صحابہ و تابعین پر کیسی قیامت ٹوٹی، کتنا خون بہا اور کتنی عصمتیں لٹیں، کیا ہوا اور کس نے کیا؟  
امام دارمی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

اخبِرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز قال لما  
 كنا أيام الحرّة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثاً ولم يقم  
 ولم يبرح سعيد بن المسيّب من المسجد وكان لا يعرف  
 وقت الصلوة إلا بهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ (63)

”سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی  
 میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسيّب نے مسجد نبوی کو  
 نہیں چھوڑا اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے  
 جو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے“

محقق علی الاطلاق بالاتفاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”چنانچہ اہالیان مدینہ منورہ پر جب یزید پلید کافق و فساد ظاہر و باہر ہو گیا  
 تو سب نے اس کی بیعت توڑ ڈالی۔ سب سے پہلے عبد اللہ بن ابی عمر نے  
 اپنا عمامہ اُتار کر پھینکا اور کہا: جس طرح میں نے اپنا عمامہ اُتار پھینکا ہے  
 اسی طرح میں یزید کی بیعت اپنے سر سے اُتارتا ہوں کیونکہ وہ خدا کا دشمن  
 اور ہمیشہ شراب کے نشہ میں مخمور رہتا ہے۔ پھر ایک آدمی اُٹھا اور اس نے  
 اپنا جوتا اُتار کر پھینکا اور کہا: اسی طرح میں یزید پلید کی بیعت اُتارتا  
 ہوں۔ پھر سب نے اس طرح کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے عمامہ پھینکا، کسی  
 نے جوتا حشّس کہ مجلس میں عماموں اور جوتوں کا ڈھیر لگ گیا۔ جب یزید  
 کو اہل مدینہ کے بیعت توڑنے کا علم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کے  
 زیرِ کمان شامیوں کا (حافظ ابن کثیر کے مطابق 10، 12 یا 15 ہزار افراد  
 پر مشتمل) (64) ایک بڑا لشکر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا

تاکہ اہالیانِ مدینہ کو نہایت بے دردی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو، کرے۔ مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر تین دن تک حرم نبوی ﷺ کی بے حرمتی کی اور داد بے دین دی۔ ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین و انصار اور علماء تابعین میں سے شہید کیا۔ عورتوں اور بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ سات سو حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ نیز قوم قریش کے ستانوے (97) افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کیا۔ فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار کنواری لڑکیوں نے زنا کی اولاد جنی (ان پردہ نشینوں کو گھروں سے نکال کر یزیدی فوج میں تقسیم کیا گیا تھا اور انہوں نے تین دن تک زبردستی حرم محترم میں ان سے زنا بالجبر کیا)۔ یزید کے حکم کے مطابق تین دن تک حرمِ مدینہ مباح رہا۔ قتل و غارت گری، لوٹ مار اور بدکاری ان کا پیشہ رہا۔ یزیدی اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں جو لانی دیتے تھے اور مسجد شریف کا وہ حصہ جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن زید سے مروی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مأبین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی<sup>(65)</sup>

”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے“

وہاں ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے اکثر آدمیوں کو اس طرح قید میں رکھا گیا کہ تین دن تک پانی اور غذا کی خوشبو بھی ان تک نہ پہنچی“<sup>(66)</sup>۔

حافظ ابن کثیر کی مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ ہوں:

1- ثم اباح مسلم بن عقبة... المدينة ثلاثة ايام كما امره

يزيد لا جزاء الله خيراً و قتل خلقاً من اشرافها و قزاعها و انتهب اموالاً كثيرة منها و وقع شر عظيم و فساد عريض على ما ذكره غير واحد (67)

”پھر مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح یعنی حلال کر دیا جیسا کہ اسے یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یزید کا بھلا نہ کرے۔ اور مسلم نے مدینہ کے بہت سے شرفاء اور قرآن پڑھنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کا بہت سا مال لوٹ لیا اور ایک بہت بڑا شر اور وسیع فساد برپا ہوا۔ اس واقعہ کو بہت سے لوگوں نے بیان کیا۔“

2- قال المدائنی: عن شيخ من اهل المدينة قال: سألت

الزُّهري: كم كانت القتلى يوم الحَرَّة؟ قال: سبعة و وجوه الناس من المهاجرين و الانصار و وجوه الموالي، و ممن لا اعرف من حرّ و عبد و غيرهم عشرة آلاف (68).

”مدائنی نے کہا: اہل مدینہ کے ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ حرہ والے دن کتنے لوگ قتل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: انصار اور مهاجرین اور ان کے غلام سات سو قتل ہوئے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ جن کو میں نہیں جانتا کہ آزاد تھے یا غلام وہ دس ہزار قتل ہوئے۔“

3- وقد اخطأ يزيد خطاء فاحشاً في قوله لمسلم بن عقبة ان

يبيح المدينة ثلاثة ايام (مع ما انضم الى ذلك من قتل خلق من الصحابة و ابناءهم۔ وقد تقدم انه قتل الحسين و اصحابه على يدى عبيد الله بن زياد) وقد وقع في هذه

الثلاثة ايام من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية  
 مالا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عز وجل وقد اراد  
 بارسال مسلم بن عقبه توطيد سلطانه و ملكه و دوام  
 ايامه من غير منازع فعاقبه الله بنقيص قصده و حال  
 بينه و بين ما يشتهيہ فقصبه الله قاصم الجبابرة و اخذ  
 اخذ عزيز مقتدر

وَ كَذَلِكَ أَخْذَ رَبُّكَ إِذَا أَخْذَ الْقُرَىٰ وَ هِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ  
 شَدِيدٌ (69) {هود: 102}

”اور یزید نے بڑی فاش غلطی کی مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ مدینہ کو تین دن حلال کر دے (اس کے ساتھ یہ بات بھی ملی ہوئی ہے کہ اس نے بہت سے صحابہ کرام اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کروایا) اور ان تین دنوں میں مدینۃ النبی میں بڑا فساد برپا ہوا جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کی کیفیت فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہت اور اپنے ملک کو مضبوط اور اپنے اقتدار کو بلا شرکتِ غیرے طول دینا چاہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کو توڑ کر اس کو سزا دی اور اس کی ہوس اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت کے ساتھ) حائل ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے توڑ کر رکھ دیا، وہ جابروں ظالموں کو توڑنے والا ہے اور اس نے یزید کو پکڑا، پکڑنا غالب قوت والے کا۔

”اور اسی طرح پکڑ ہوتی ہے تیرے رب کی جب پکڑ اس نے بستیوں کو اور وہ ظالم تھیں۔ یقیناً پکڑ اس کی دردناک ہے سخت“ (سورہ ہود: 102)



4- ولکنہ تجاوز الحد باباحة المدينة ثلاثة ايام، فوقع بسبب ذلك شرٌّ عظیم<sup>(70)</sup>

”بلکہ اس نے مدینہ کو تین دن کے لیے حلال ٹھہرا کر حد سے تجاوز کیا۔ اس وجہ سے بہت بڑا شر برپا ہوا۔“

یزیدی لشکر کے امیر مسلم بن عقبہ کی سنگ دلی:

اس کا کہنا تھا:

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَمْ اَعْمَلْ عَمَلًا قَطُّ بَعْدَ شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ  
اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ<sup>(71)</sup>

”اے اللہ جب سے میں نے کلمہ پڑھا ہے اس دن سے آج تک کوئی اچھا کام اہل مدینہ کے قتل سے بڑھ کر نہیں کیا۔“

یہ بھی منقول ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مرتے وقت کہا تھا:

فقد ادرکت ما اردت فلیس شیء احب الی من الموت علی طہارتی فانی لا  
اشک ان اللہ قد طہرّنی من ذنوبی بقتلِ هؤلاء الارجاس<sup>(72)</sup>

”میں نے جس چیز کا بھی ارادہ کیا وہ چیز پالی۔ مجھے اس پاکیزہ حالت میں مرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں اس لیے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے گناہوں سے پاک کر دیا ہے۔“

مذکورہ مظالم پر یزید کا رویہ:

البدایہ میں ہے:

ان یزید لہا بلغه خبر اهل المدينة وما جرى عليهم عند  
الحرة من مسلم بن عقبه و جيشه فرح بذلك فرحاً  
شديداً (73)

”جب یزید کو اہل مدینہ اور مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کے مظالم کی خبر پہنچی  
تو اس پر بہت زیادہ خوش ہوا۔“

یزید نے مدینہ اور اہل مدینہ کو تو اپنے ظلم اور جور و جفا کا نشانہ بنایا ہی تھا مگر اپنے اس  
ظالمانہ کرتوت سے تاج دار مدینہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بھی شدید تکلیف پہنچائی ہے۔  
آئیے دیکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور اہل مدینہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کرنے  
والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

## قرآن و حدیث کا فیصلہ

### آیاتِ بینات

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے:

01- اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

عَذَابًا مُّهِیْنًا O {سورة الاحزاب: 57}

”بے شک جو لوگ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت و العذاب تیار کیا ہے“

02- وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O {التوبہ: 61}

”اور جو اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

### احادیثِ مبارکہ

جو کسی مسلمان کو اذیت پہنچائے:

01- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ (74)

”جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو یقیناً اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو یقیناً اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔“

02- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اذی شعرة منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ زاد ابو نعیم،

فعلیہ لعنة اللہ (75)

”جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی تو اس نے درحقیقت مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔ ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا انہیں ڈرائے:

03- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اراد اهل المدينة بسوءٍ اذابه الله كما يذوب الملح في الماء (76)

”جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔“

04- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اراد اهل هذا البلد بسوءٍ يعنى المدينة اذابه الله في النار ذوب

الزصاص كما يذوب الملح في الماء (77)

”جس نے اس شہر یعنی مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں سیسے کی طرح ایسے پگھلائے گا جیسے نمک میں پانی گھل جاتا ہے۔“

05- حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اخاف اهل المدينة ظلماً اخافه الله و عليه لعنة الله

والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة

صرفاً ولا عدلاً (78)

”جس نے مدینہ والوں کو ظلم کے ذریعے خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اسے خوف

میں مبتلا کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے نہ تو فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔“

06- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

:

من اخاف اهل المدينة فقد اخاف ما بين جنبي <sup>(79)</sup>

”جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا۔“

07- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانصار لا يحبهم الا مؤمنٌ ولا يبغضهم الا منافقٌ فمن

احبهم احبه الله ومن ابغضهم ابغضه الله <sup>(80)</sup>

”انصار وہ ہیں کہ ان سے مومن ہی محبت رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہی ان

سے بغض و عداوت رکھے گا تو جو ان سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے

محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے

عداوت رکھے گا۔“

08- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے

آواز دی۔ میں نے عرض کیا: آقا غلام حاضر ہے۔ فرمایا:

”يا اباذر قلت لبيك وسعديك قال كيف انت اذارت آيت

احجار الزيت قد غرقت بالدم“ <sup>(81)</sup>

”اے ابوذر! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو حرہ کے پتھروں کو خون میں

ڈوبے ہوئے دیکھے گا۔“

## یزید کا آخری ”کارنامہ“

اگرچہ سابقہ تفصیل پڑھ کر یزید کی شخصیت و کردار اور اس کے اندازِ حکم رانی کو مکمل طور پر سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں تاہم یزید کا انجام جاننے کے لیے اس کی کتاب زندگی کا آخری باب پڑھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ مدینہ کے گلی کوچوں اور درو دیوار کو صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے خون سے رنگین کرنے کے بعد یزید نے آتش بغض کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا قدم اٹھایا؟

اہل مدینہ پر ظلم و ستم کی انوکھی تاریخ رقم کرنے کے بعد یزیدی لشکر یزید کی ہدایت کے مطابق اسی ظالم مسلم بن عقبہ کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ کی حرمت اور اس کے تقدس کو پامال کرنے کا خواب ابھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا تھا کہ راستہ ہی میں نوے ((90 سالہ بڑھے مسلم بن عقبہ کی بیماری بڑھ گئی۔ اُس نے یزید کے پیشگی احکام کے مطابق حصین بن نمیر السکونی کو امیر لشکر مقرر کیا اور وصیتیں کر کے اپنے انجام بد کے حوالے ہو گیا۔

محرم الحرام 64ھ میں مکہ مکرمہ پہنچ کر یزیدی لشکر نے حرم محترم کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے قبل تمام اہل مکہ اور اہل حجاز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت منذر رضی اللہ عنہ کو چند لوگوں کے ہمراہ مقابلے کے لیے بھیجا جو بڑی بے جگری سے لڑے اور بالآخر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد شدید جنگ ہوئی جس میں محرم کے بقیہ دن، صفر اور ابتداء ربیع الاول تک شامی لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے برسرِ پیکار رہا، 03 ربیع الاول کو شامیوں نے خانہ کعبہ پر منہ نق سے پتھر برسائے جس سے خانہ کعبہ کے پردے اور دیواریں جل گئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر راکھ ہو گئے جواب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آ رہے تھے۔ یہ اُسی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ کا یہ محاصرہ چونسٹھ (64 دن) جاری رہا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر پہنچ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے شامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں گمراہ کرنے والا طاغوت ہلاک ہو گیا، اب جس کا جی چاہے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بیعت میں شریک ہو جائے اور جس کا جی چاہے شام چلا جائے۔

یہ خبر سنتے ہی گویا یزیدی لشکر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اُس کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اپنا ناپاک پروگرام اُدھورا چھوڑ کر پسپا ہو گئے <sup>(82)</sup>۔

یزید کا کردار..... صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم و بعد کے علماء کی گواہی

حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

...الا وان هؤلاء قد لزموا طاعة الشيطان وتركو طاعة  
الرحمن و اظهروا الفساد و عطلوا الحدود و استأثروا بالغي  
ء و احلوا حرام الله و حرموا حلاله و انا حق من غير... (83)

”خبردار! بے شک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور  
رحمان کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حدود شرعی کو  
معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے ہی لیے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی حرام  
کردہ باتیں حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس لیے میں کسی بھی  
اور شخص کی نسبت (ان کے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ حق دار ہوں۔“

آخری خطبہ کا ایک اقتباس:

الأترون ان الحق لا يعمل به والباطل لا يتناهى عنه ليرغب  
المؤمن في لقاء الله تعالى و انى لا أرى الموت الا سعادة والحياة  
مع الظالمين الا جرمًا (84)

”کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے باز نہیں رہا جا  
رہا۔ اب مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھے اور میں تو  
موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم ہی سمجھتا ہوں۔“

حضرت عبداللہ ابن ابی عمر رضی اللہ عنہ کا بیان:

نبايع من يلعب بالقرود و الكلاب و يشرب الخمر و يظهر الفسوق



ما حجتنا عند الله) (85)

”ہم ایک ایسے شخص کی بیعت کریں جو بندروں اور کتوں سے کھیلتا ہے اور شراب پیتا ہے اور علی الاعلان برائیاں کرتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟“۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شہادت امام حسین کی خبر وحشت اثر سنی تو فرمایا: اما واللہ ما کان یستبدل بالقرآن غیًّا ولا بالبکاء من خشية الله حدًّا ولا بالصیام شرب الخمر ولا بالمجالس فی حق الذکر بکلاب الصیدی عرض بیزید فسوف یلقون غیًّا) (86)

”اللہ کی قسم، وہ قرآن کی بجائے گمراہی کی طرف مائل ہونے والے نہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے حد گریہ زاری کرنے والے تھے اور آپ روزہ کی بجائے شراب نوشی نہیں کیا کرتے تھے اور اپنی محفلوں کو اللہ کے ذکر کی بجائے شکاری کتوں کے ذکر سے آلودہ نہیں کرتے تھے اور آپ نے یہ باتیں یزید کے بارے میں کہی تھیں تو عنقریب وہ غی میں ڈالے جائیں گے“۔

یزید کے مرنے کی خبر پر آپ نے کیا فرمایا؟

یا اهل الشام قد اهلك الله طاعتکم (87) ”اے شامیو! تمہیں

گمراہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ہے“۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نظریہ احادیث مبارکہ کے سابقہ

بیان سے واضح ہے۔

## حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان:

انی قد اجازنی بمأة الف ولا یمنعنی ما صنع بی ان اخبر کم خبره  
والله انه لیشرب الخمر والله انه لیسکر حتی یدع الصلوة (88)

”میں مانتا ہوں کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں البتہ اس کا یہ عطیہ مجھے تمہارے سامنے اس کے حالات بیان کرنے سے نہیں روک سکتا۔ خدا کی قسم، یزید شراب پیتا ہے اور خدا کی قسم، وہ شراب میں اس حد تک مخمور رہتا ہے کہ نماز چھوڑ دیتا ہے۔“

## حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

حضرت عبداللہ صحابی رسول حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مدینہ منورہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ بھی مدینہ منورہ کے شرف و بزرگی والے کئی افراد پر مشتمل اس وفد کے رکن تھے جو 63 ھ میں اہل مدینہ کی طرف سے (یزید کے حالات معلوم کرنے کے لیے) یزید کے پاس گیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔ وہاں سے واپسی پر یزید نے آپ کو ایک لاکھ درہم اور آپ کے ہر بیٹے کو دس دس ہزار درہم دیے۔ اس کے علاوہ انہیں سواریاں اور خلعتیں بھی دیں۔ جب حضرت عبداللہ مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ پوچھنے لگے کہ وہاں کی کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

اتیتکم من عند رجل والله لو معه احد الابنى هو لاء لجأ هدتہ بهم  
قالوا فانه بلغنا انه اکر مک واعطاک قال قد فعل وما قبلت  
ذالک منه الا ان اتقوى به علیه وحفض الناس فبايعوه (89)

”میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں کہ اگر میرے بیٹوں کے علاوہ کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تو پھر بھی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔“

لوگوں نے کہا: ہم نے تو سنا ہے کہ اس نے آپ کی عزت کی ہے اور آپ کو کچھ مال دیا ہے۔ فرمایا: ہاں، یہ تو اس نے کیا ہے اور یہ سب کچھ میں نے اس سے اس لیے قبول کیا ہے کہ اس کے ذریعے میں اس کے خلاف طاقت حاصل کروں۔ لوگ بھڑک اُٹھے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔“

واقعہ حوہ کے زمانہ میں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے فرمایا:

قَوْلُ اللَّهِ مَا خَوْفُنَا عَلَى يَزِيدَ حَتَّى خِفْنَا أَنْ نَرَمَ بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ رَجُلًا يَنْكُحُ الْأَمْهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَيَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَدْعُ الصَّلَاةَ (90)

”خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اُٹھ کھڑے ہوئے جب کہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔“

دیگر شرفاء مدینہ کا بیان:

جب وہ وفد مدینہ منورہ واپس پہنچا تو علی الاعلان یزید پر سب و شتم کرنے لگا اور اس

کے عیب بیان کرنے لگا۔ ارکان وفد نے کہا:

قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ رُجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِينَ يَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَضْرِبُ  
بِالطَّنَابِيرِ وَيَعْرِفُ عِنْدَهُ الْقِيَانِ وَيَلْعَبُ بِالْكَلابِ وَيُسْرِرُ  
عِنْدَهُ الْحَرَابُ وَهُمْ اللَّصُوصُ

”ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کے پاس دین نہیں ہے۔

وہ شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا ہے اور لونڈیاں اس کے پاس گایا کرتی ہیں۔ کتوں کے ساتھ کھیلتا اور رات گئے تک چوراچکے اس کے پاس بیٹھ کر

کہانیاں سناتے ہیں۔“

پھر سب نے بیک زبان ہو کر کہا: انا نشہد کم انا قد خلعناہ فتابعہم الناس علی خلعه (91)

”اے لوگو! ہم تمہیں گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے پس تمام لوگوں نے اُن کی پیروی کرتے ہوئے یزید کی بیعت توڑ دی۔“  
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

1- قلت: یزید بن معاویہ اکثر مانقم علیہ فی عملہ شرب الخمر و اتیان بعض الفواحش (92)

”میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگ یزید بن معاویہ کے شراب پینے اور بعض برائیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے اس پر ناراض تھے۔“

2- و قد روی ان یزید کان قد اشتہر بالمعازف و شرب الخمر و الغناء و الصيد و اتخاذ الغلمان و القیان و الکلاب و النطاح بین الکباش و الدباب و القرو و ما من یوم الا یصبح فیہ مخموراً و کان یشد القرد علی فرس مسرجة بحبال و یسوق بہ و یلبس القرو و قلائس الذهب و کذلک الغلمان و کان یسابق بین الخیل و کان اذا مات القرد حزن علیہ (93)

”بیان کیا گیا ہے کہ یزید موسیقی، شراب پینے، گانے سننے، شکار کھیلنے اور لڑکے اور گانے والی لڑکیاں اور کتے اپنے ساتھ رکھنے اور مینڈھوں جانوروں اور بندروں کو آپس میں لڑانے کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا اور

ہردن کی صبح اس حال میں کرتا کہ وہ نشے میں ہوتا تھا اور زین کسے ہوئے گھوڑے پر رسی سے بندر باندھتا اور اسے لے کر چلتا تھا اور بندروں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا اور اسی طرح لڑکوں کو بھی۔ وہ گھوڑوں کی دوڑ منعقد کرتا تھا اور جب کوئی بندر مرتا تو وہ اس پر غم زدہ ہو جاتا تھا۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا فکر و عمل:

ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا (جیسا کہ اب غلامانِ یزید بھی کہتے ہیں)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سخت ناراض ہو کر فرمایا:

تقول امیر المؤمنین و امر بہ فضر ب عشرین سو طاً (94)

”تو اُسے امیر المؤمنین کہتا ہے اور آپ نے اسے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔“

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ نے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یا بنی و ہل یتولی یزید احدیو من باللہ و لم لا لعن من لعنہ اللہ فی کتابہ فقلت و این لعن اللہ یزید فی کتابہ فقال فی قولہ تعالیٰ: فہل عسیتم ان تولیتہم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا الارحام و لئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم و اعمی ابصارہم، فہل یکون فساد اعظم من ہذا القتل (95)

”بیٹا کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی

ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا: اس آیت میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ..... (سورۃ محمد: 22، 23) کہ ”پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔“ (پھر فرمایا) کیا اس (قتل حسین) سے بڑھ کر کوئی فساد ہو سکتا ہے؟“۔

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید بن معاویہ سے حدیث لکھیں گے؟ فرمایا: نہیں، اس کی کچھ وقعت نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں جس نے اہل مدینہ کے ساتھ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے؟“ (96)۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذالک و اہانۃ اہل بیت النبى صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناه و ان کان تفاصیلہا احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنة اللہ علیہ و علی انصارہ و اعوانہ (97)

”اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا، ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفصیل احاد ہیں۔ تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کے اصل مقام میں بلکہ اس کے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگاروں اور دوستوں پر“۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ محمد: 22، 23 کے تحت فرماتے ہیں:

وانا اقول الذی یغلب علی ظنّی انّ الخبیث لم یکن  
مصدقاً برسالة النبی ﷺ وان مجموع ما فعل مع اهل حرم  
الله تعالى و اهل حرم نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و عترتہ  
الطیبین الطاہرین فی الحیاة و بعد الممات و ما صدر منه  
من المخازی لیس باضعف دلالةً علی عدم تصدیقہ<sup>(98)</sup>

”میں کہتا ہوں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یزید خبیث نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہی نہیں کی اور وہ تمام مظالم جو اس نے اہل مکہ اور اہل مدینہ اور اہل بیت النبی ﷺ کے ساتھ کیے ان کی زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد اور یہ کام اس کی عدم تصدیق کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔“  
شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

ومن القرون الفاضله اتفاقاً من هو منافق او فاسق و  
منها الحجاج و یزید بن معاویہ و مختار<sup>(99)</sup>

”اور قرونِ فاضلہ میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے  
اور ان میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے“

ہم نے اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے صرف مندرجہ بالا عبارات بیان کرنے پر اکتفا کیا  
ہے ورنہ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل سے لے کر حضرت شاہ  
عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) تک سینکڑوں  
اکابرِ ملت نے یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اہل علم اُس سے آگاہ ہیں تاہم یہ مختصر  
کتا بچہ ان تفصیلی عبارات کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

## حوالہ جات باب نمبر 02

- 01- (i) بخاری کتاب المناقب باب علامة نبوة (ii) کتاب الفتن باب هلاك أمتي على ايدي اغييلة سفهاء ج 02 ص 1046 (iii) مشکوٰۃ ص 454
- 02- (i) مسند احمد ج 02 ص 485، 304 (ii) متدرک حاکم ج 5 ص 380 (iii) فتح الباری ج 13 ص 08
- 03- (i) البدایہ ج 08 ص 326 بحوالہ ابو یعلیٰ وابن خزیمہ (ii) مشکوٰۃ ص 323
- 04- (i) ترمذی ابواب المناقب باب فی شقیف و بنی حنیفہ ج 02 ص 233 (ii) متدرک حاکم ج 05 ص 390 (iii) مشکوٰۃ باب ذکر القبائل ص 551
- 05- (i) مسند احمد ج 03 ص 38-39 (ii) ابن حبان ص 755 (iii) متدرک حاکم ج 05 ص 445 (iv) البدایہ ج 08 ص 325
- 06- البدایہ ج 08 ص 326
- 07- البدایہ ج 08 ص 325
- 08- (i) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 323 (ii) البدایہ ج 08 ص 326
- 09- (i) البدایہ ج 08 ص 167 (ii) فتح الباری ج 13 ص 08 بحوالہ ابن ابی شیبہ (iii) ارشاد الساری ج 10 ص 170
- 10- فتح الباری ج 13 ص 08
- 11- مرقاة ص 462
- 12- (i) فتح الباری ج 13 ص 08 (ii) عمدة القاری ج 24 ص 269 (iii) ارشاد الساری ج 10 ص 170
- 13- حجة الله البالغة ج 02 ص 507
- 14- (i) طبقات ابن سعد ج 01 ص 355 (ii) رحمة للعالمین ج 01 ص 175، ج 03 ص 215
- 15- رحمة للعالمین ج 03 ص 215
- 16- بخاری کتاب التفسیر باب الالمودۃ فی القربین
- 17- (i) ابن ماجہ باب فضائل الحسن والحسین ص 14 (ii) البدایہ ج 08 ص 287 (iii) المعجم الكبير للطبرانی ج 03 ص 31 (iv) مسند احمد ج 02 ص 442
- 18- (v) صحیح ابن حبان کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابة رقم 1/6978 (i) مسند احمد ج 2 ص 440 (ii) ابن ماجہ ص 13 (iii) متدرک حاکم ج 03 ص 376 (iv) البدایہ ج 08 ص 287
- 19- بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین ج 01 ص 520



- 20- الشرف المؤبد لآل محمد ص (اردو) ص 145
- 21- (i) طبری ج 03 ص 291 (ii) کامل ج 03 ص 127
- (iii) البدایہ ج 08 ص 213
- 22- تاریخ یعقوبی ج 02 ص 241
- 23- البدایہ ج 08 ص 215
- 24- عمدۃ القاری ج 02 ص 142
- 25- البدایہ ج 08 ص 215
- 26-27- (i) طبری ج 03 ص 294 (ii) کامل ج 03 ص 131
- 28- البدایہ ج 09 ص 76
- 29- البدایہ ج 08 ص 221
- 30- کامل ج 03 ص 234
- 31- (i) تاریخ طبری ج 03 ص 372 (ii) کامل ج 03 ص 188
- (iii) البدایہ ج 08 ص 270، 271، 277
- 32- (i) طبری ج 03 ص 370 (ii) کامل ج 03 ص 189
- (iii) البدایہ ج 08 ص 273
- 33- (i) طبری ج 03 ص 370 (ii) کامل ج 03 ص 189
- (iii) البدایہ ج 08 ص 273
- 34- (i) طبری ج 03 ص 370 (ii) کامل ج 3 ص 190
- (iii) البدایہ ج 08 ص 274
- 35- البدایہ ج 08 ص 315
- 36- (i) طبری ج 3 ص 369 (ii) کامل ج 3 ص 189
- (iii) البدایہ ج 08 ص 270
- 37- (i) طبری ج 03 ص 369 (ii) کامل ج 03 ص 187
- 38- (i) البدایہ ج 08 ص 327 (ii) تاریخ الخلفاء ص 166
- 39- کامل ج 03 ص 190
- 40- البدایہ ج 08 ص 284
- 41- الرد علی المتعصب العنید لمأنع عن ذم یزید ص 492
- 42- البدایہ ج 08 ص 219
- 43- البدایہ ج 08 ص 313
- 44- شرح عقائد نسفی ص 117
- 45- تاریخ الخلفاء ص 165
- 46- تفسیر روح المعانی ج 26 ص 66
- 47- تفسیر مظہر ص ج 5 ص 160
- 48- تکمیل الایمان ص 98

- 49- مکتوبات شریف ص 54
- 50- حاشیہ ہدیۃ المہدی ج 01 ص 98
- 51- تیسیر الباری ج 04 ص 125
- 52- کامل ج 03 ص 224، 225
- 53- صواعق محرقة ص 319
- 54- کامل ابن اثیر ج 03 ص 234
- 55- (i) مسند احمد ج 01 ص 242 (ii) البدایہ ج 08 ص 281
- 56- (i) ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسین ج 02 ص 218 (ii) البدایہ ج 08 ص 281 (iii) تاریخ الخلفاء ص 167
- 57- مسلم ج 02 ص 388
- 58- البدایہ ج 08 ص 215
- 59- بخاری ابواب العمرہ
- 60- (i) طبری ج 03 ص 384 (ii) کامل ج 03 ص 212
- (iii) البدایہ والنہایہ ج 08 ص 309 (iv) جذب القلوب الی دیار المحبوب ص 40
- 61- (i) کامل ج 03 ص 212 (ii) البدایہ ج 08 ص 308
- 62- البدایہ ج 08 ص 310
- 63- (i) دارمی ص 25 باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ (ii) مشکوٰۃ ص 537
- 64- البدایہ ج 08 ص 308
- 65- (i) بخاری ابواب العمرہ (ii) مشکوٰۃ ص 60
- (iii) مسلم کتاب الحج باب فضل ما بین قبرہ و منبرہ ج 01 ص 446
- 66- جذب القلوب الی دیار المحبوب ص 36 تا 38
- 67- البدایہ ج 08 ص 310
- 68- البدایہ ج 08 ص 311
- 69- البدایہ ج 08 ص 313
- 70- البدایہ ج 08 ص 328
- 71- البدایہ ج 08 ص 317
- 72- وفاء الوفا ج 01 ص 133
- 73- البدایہ ج 08 ص 315
- 74- جامع صغیر ج 02 ص 158
- 75- جامع صغیر ج 02 ص 158
- 76- مسلم باب تحریم ارادة اهل المدينة بسوء ج 01 ص 440
- 77- مسلم کتاب فی الحج باب من اراد اهل المدينة بسوء ج 01 ص 445
- 78- مسند احمد ج 04 ص 56
- 79- التریغیب والترہیب ج 02 ص 232

- 80- بخاری کتاب المناقب باب حب الانصار
- 81- (i) ابوداؤد کتاب الفتن باب التھنی ج 02 ص 236 (ii) مشکوٰۃ ص 455
- 82- (i) طبری ج 3 ص 392 تا 395 (ii) کامل ج 03 ص 221-222  
(iii) البدایہ ج 08 ص 318-319
- 83- (i) طبری ج 3 ص 333 (ii) کامل ج 03 ص 159
- 84- احیاء العلوم ج 04 ص 638
- 85- تاریخ یعقوبی ج 02 ص 228
- 86- (i) طبری ج 03 ص 379 (ii) کامل ج 03 ص 200  
(iii) البدایہ ج 08 ص 297
- 87- (i) طبری ج 03 ص 395 (ii) البدایہ ج 08 ص 319
- 88- (i) طبری ج 03 ص 382-383 (ii) کامل ج 03 ص 204  
(iii) البدایہ ج 08 ص 304
- 89- (i) کامل ج 03 ص 204 (ii) البدایہ ج 8 ص 312
- 90- (i) طبقات ابن سعد (اردو ترجمہ) ج 03 ص 75 تذکرہ عبداللہ بن حنظلہ  
(ii) تاریخ ابن عساکر ج 07 ص 375 (iii) تذکرۃ الخواص ص 289  
(iv) الصواعق المحرقة ص 315 (v) مستدرک حاکم ج 07 ص 374  
(vi) تاریخ الخلفاء ص 167 (vii) مائت من السنۃ ص 44  
(viii) جذب القلوب ص 36
- 91- (i) طبری ج 03 ص 382 (ii) کامل ج 03 ص 204  
(iii) البدایہ ج 08 ص 304
- 92- البدایہ ج 08 ص 327
- 93- البدایہ ج 08 ص 332
- 94- (i) تہذیب المتذیب ج 11 ص 361 (ii) تاریخ الخلفاء ص 166  
(iii) الصواعق المحرقة ص 315 (iv) احیاء العلوم ج 04 ص 638
- 95- (i) تذکرۃ الخواص ص 287 (ii) الصواعق المحرقة ص 315  
(iii) تفسیر مظہری زیر آیت سورۃ محمد آیات نمبر 22-23
- 96- مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج 03 ص 412
- 97- (i) نبراس علی شرح عقائد ص 331 (ii) شرح عقائد نفسیہ ص 117
- 98- تفسیر روح المعانی ج 26 ص 66
- 99- الحجۃ اللہ البالغہ بحث مناقب ص 380

تیسرا باب

سوالات

و

جوابات



## سوالات و جوابات

**س 1:** یزید ایسے برے کردار کے حامل شخص کو ولی عہد کیوں بنایا گیا؟

**ج:- 1** صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کے علاقائی و قبائلی تعصب اور حمیت سے خوب آگاہ تھے اور آپ کو شدید احساس و اندیشہ تھا کہ اگر آئندہ حکمران کے تقرر و انتخاب کا فیصلہ ملتوی اور مؤخر کر کے لوگوں پر چھوڑ دیا گیا تو وسیع و عریض شام کے لوگ کسی اور علاقہ و قبیلہ کے تقرر کو ہرگز قبول نہیں کریں گے اور اُمت بہت بڑے افتراق و انتشار بلکہ باہمی خانہ جنگی اور خون ریزی میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس لیے آپ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے:

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جو اپنا ولی عہد کیا، وہ بھی تفرقہ جماعت کے خوف سے کیا کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے کہ بنی اُمیہ اپنے سوا کسی کو ہرگز منظور نہ کریں گے۔ اگر وہ کسی اور کو اپنا ولی عہد کرتے تو ضرور وہ لوگ اس کی مخالفت کرتے۔ اگرچہ اس منتخب ہونے والے کے حق میں وہ پہلے حسن ظن ہی کیوں نہ رکھتے ہوتے۔“

یزید کی ولی عہدی کا سبب تھا جو ہم نے بیان کیا اور اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت اور کچھ خیال ہی کیا جاسکتا ہے۔ یہ خیال کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے فسق و فجور سے باخبر ہونے کے باوجود اسے اپنا ولی عہد بنایا، بالکل غلط ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی حرکت کے ارتکاب کا یقین نہیں ہو سکتا“ (01)۔

”اگر بفرض بجائے یزید کے یہ منصب کسی اور کو دیا جاتا تو ہر گز بنی امیہ اس انتخاب کو رضا و پسند کی نگاہ سے نہ دیکھتے۔ تمام قریش اور مسلمانوں کی عصبيت ان کے ساتھ تھی۔ اور جو لوگ با اثر تھے یا خود اموی تھے یا ان کے طرف دار تھے۔ یہ وجہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجبور ہو کر ان لوگوں کو چھوڑ کر جنہیں یزید سے بہتر سمجھتے تھے، اسی کو اپنا ولی عہد بنانا پڑا۔ اور اس لیے کہ مسلمانوں میں عام اتفاق و اتحاد رہے جو شارع علیہ السلام کے نزدیک نہایت اہم تھا، افضل سے مفضل کی طرف پھیر دیا گیا۔ اس کے سوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی۔ اور کی جائے تو کیوں کر کہ عدالت اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت جو انہیں حاصل تھی اس سے زیادہ اُن کے حق میں کہنے سننے سے مانع ہے“ (2)۔

2- رہا یزید کا کردار تو اس کے عیب ابھی ایسے عیاں اور عام نہ تھے جیسے اس کے حکمران بننے کے بعد ظاہر ہوئے اور اس کی شخصی کم زوریوں کے حوالے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ ذمہ داری کا احساس و بار اس کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے گا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے:

”زمانہ خلافت میں یزید سے جو کچھ فسق و فجور سرزد ہوا۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ولی عہد کرتے وقت یزید کے اس فسق و فجور کا علم تھا؟ ہر گز نہیں۔ وہ اس سے بزرگ تر ہیں کہ اُن کی نسبت یہ خیال کیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو اپنی زندگی میں یزید کو گانا سننے سے بھی سرزنش اور منع کرتے رہے۔ حالانکہ سماع اس فسق و فجور سے جو یزید سے ظہور پذیر ہوا، کہیں کم درجہ کی معصیت ہے“ (3)۔

3- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلوص نیت

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قبولیت اور ان کی خطاؤں کی معافی کا اعلان قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں متعدد مواقع و مقامات پر بیان ہوا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا فقیہ و مجتہد ہونا بیان کیا ہے <sup>(04)</sup>۔ آپ کا تبّ و جی ہیں اور پھر خاص آپ کا نام لے کر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان و عظمت بیان فرمائی ہے۔

اس لیے آپ کے فیصلہ کی صحت و درستی پر تو رائے دی جاسکتی ہے جیسا کہ اُمت کے نام ور علماء نے اسے آپ کی اجتہادی خطا قرار دیا ہے مگر آپ کے شرف و فضیلت اور آپ کے مجتہدانہ مقام و مرتبے کی وجہ سے آپ کے فیصلے کو نیت کی خرابی، اقتدار کی ہوس یا محض شفقتِ پدری پر محمول کرنا درست نہیں۔

بخاری شریف میں ہے:

اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذ حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجرٌ، <sup>(05)</sup>

”جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرتے ہوئے اجتہاد کرے پھر اس سے خطا ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔“

4- البدایہ میں ہے:

ولما كان يتوسم فيه من النجابة الدنيوية، وسيما اولاد الملوك و معرفتهم بالحروب و ترتيب الملك والقيام بانهته، و كان يظن انه لا يقوم احد من ابناء الصحابة في هذا المعنى مقامه، ولهذا قال لعبد الله بن عمر فيما خاطبه به: انى خفت ان اذر الرعية من بعدى

كالغنم المطيرة ليس لها راع <sup>(06)</sup>



”اس کی دنیاوی شرافت و اصالت کی بنا پر اور خصوصاً وہ جو بادشاہوں کی اولاد میں فنونِ جنگ، نظمِ مملکت سے واقفیت اور شاہانہ کردار کی اہلیت ہوتی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اس معنی میں صحابہ کی اولاد میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو کاروبارِ مملکت سنبھال سکے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا تھا کہ میں (ولی عہد نہ بنانے کی صورت میں) ڈرتا ہوں کہ رعیت کو اپنے بعد ایسے چھوڑ کر جاؤں جیسے بارش میں بکریاں کہ جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔“

اسی وجہ سے انہوں نے یزید کو ولی عہد بنایا ورنہ آپ برسرِ منبر خطبہ میں یہ دعانہ مانگتے:

اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّي وَلِيَّتُهُ لَانَّهُ فِيمَا اَرَاهُ اَهْلٌ لِّذَالِكَ  
فَاَتَمِّمْلَهٗ مَا وَلِّيْتَهُ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّي اِمَّا تَتَمِّمْلَهٗ وَلِيَّتُهُ لَانِّي  
اُحِبُّهُ فَلَا تَتَمِّمْلَهٗ مَا وَلِّيْتَهُ (07)

”اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے اہل ہونے کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے تو اس ولایت کو تکمیل تک پہنچا۔ اگر میرا یہ کام اس لیے ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو پھر تو اسے پورا نہ ہونے دے۔“

**س 2:** اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی امارت کو کیوں قبول کیا؟

**ج:** حامیانِ یزید کا یہ دعویٰ تو قطعاً باطل ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی امارت کو قبول کر لیا تھا۔

حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت منذر بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن ابی عمر، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جیسے جید اکابر کے انکار کے باوجود وہ اس کی امارت پر کُلّی اجماع و اتفاق کا جھوٹ بولنے پر نہ جانے کیوں بضد

ہیں۔ ہاں یہاں تک درست ہے کہ بہت سے افراد نے اس کی امارت کو قبول کر لیا تھا یا خاموشی اختیار کر لی تھی۔

تسلیم و انکار کا دیانت دارانہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ کرام ؓ کا موقف مختلف ہونے کے باوجود بالکل اسی طرح منطقی اور جائز ہے جس طرح دین و شریعت کے دیگر بہت سے فقہی مسائل میں مجتہدین عظام اور فقہاء کرام بلکہ صحابہ کرام ؓ کے مابین اختلاف منقول ہے اور یہ تمام معتبر اور جید اصحاب اپنے اپنے نقطہ نظر کی بنیاد قرآن و حدیث کے دلائل ہی پر رکھتے ہیں۔

زیر گفتگو مسئلہ میں بھی اُمت کے ان اصحاب علم نے دو مختلف موقف اور راہیں اختیار کی ہیں۔ ان دونوں نقطہ ہائے نظر کے تجزیہ سے پہلے ہم پورے اعتماد و اطمینان کے ساتھ واضح کر دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ یزید کی بیعت منعقد ہونے کی صورت میں بھی اس کی مدح و ثنا اور تحسین و توصیف کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ اس لیے کہ بیعت کرنے والے صحابہ کرام ؓ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یزید خلافت کے لیے ضروری اعلیٰ اوصاف کا حامل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا اس منصب کا اہل شخص موجود نہیں۔

رہا ان کا یزید کو اچھا نہ سمجھنے کے باوجود اس کی امارت کو تسلیم کر لینا یا خاموشی اختیار کر لینا، تو اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہے:

ان کے نزدیک برے سے برا شخص بھی مسندِ خلافت پر قابض و مسلط ہو جائے تو اس کے خلاف خروج کرنے اور ہتھیار اٹھا لینے کی بجائے صبر و طاعت کی راہ اختیار کرنے کی شرعی گنجائش موجود ہے۔

ان کے موقف کی بنیاد مندرجہ ذیل قسم کی احادیث مبارکہ پر ہے:

01- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَلَا مَنْ وَلِيَ وَالٍ عَلَيْهِ فَرَاہَ یَاتِی**

شیئاً من معصیة الله فليكره ما يأتي من معصية الله ولا ينزعنَّ يداً من طاعة<sup>(8)</sup>

”خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو تو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔“

02- حضرت سلمہ بن یزید نے حضور ﷺ سے سوال کیا: یا نبی اللہ! رأیت ان قامت علينا امراء يستلونا حقهم و يمنعون حقنا فما تامرنا قال اسمعوا و اطيعوا فانما عليهم ما حملوا و عليكم ما حملتم<sup>(9)</sup>

”اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔“

03- حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تكون بعدى ائمة لا يهتدون بهداى ولا يستنون بسنتى و سيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين فى جثمان انس قال قلت كيف اصنع يا رسول الله ان ادركت ذلك قال تسمع و تطيع و ان ضرب ظهرك و اخذ مالك فاسمع و اطع<sup>(10)</sup>

”میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنت پر عمل پیرا ہوں گے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہوں گے کہ اُن کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اُن کو پاؤں تو پھر کیا کروں؟ فرمایا: سنو اور مانو! اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے۔

04- یہاں تک کہ ظلم و جبر کے باعث کسی کو اپنی زبان سے ناچار کوئی کلمہ کفر کہنا پڑ جائے جب کہ اس کا دل اس کلمہ کفر کو برا سمجھے اور ایمان پر مطمئن ہو تو اس کے لیے معافی ہے جیسا کہ سورۃ نحل: 106 میں واضح ہے۔  
احکام شریعت کی رُو سے اسے رخصت پر عمل کرنا کہتے ہیں۔

جب کہ دوسری طرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کر کے قرآن و حدیث کے عزیمت والے احکام و تعلیمات کی پیروی کی ہے۔

ملاحظہ ہوں چند احادیث مبارکہ:

01- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند السلطان الجابر<sup>(11)</sup>  
”افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔“

02- حضرت عمرو بن ہشیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ما من قوم يعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشک ان یعمہم اللہ بعقاب<sup>(12)</sup>

”ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب عام نازل کر دے۔“

03- حضرت ابوسعیدؓ سے مروی اس حدیث مبارکہ میں عزیمت و رخصت دونوں راہوں کا بیان ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مَنْكَرًا فَلْيَغْيِرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ<sup>(13)</sup>

”تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنی قوت بازو سے اسے بدلے (نیکی سے) اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں میں ایک جیسی طاقت و ہمت اور جرأت و بہادری و دیعت نہیں فرمائی اس لیے احکام شریعت میں تمام لوگوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دونوں طرح کی راہیں رکھی گئی ہیں تاکہ ہر شخص اپنی طاقت و ہمت کے مطابق راہ اختیار کر لے۔ تندرست اور بیمار افراد کی نماز میں اسی لیے بعض فرق رکھے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا... {البقرہ: 286}

”اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ (احکام کی) ذمہ داری نہیں ڈالتا“

چوں کہ یزید کی امارت تسلیم کرنے اور نہ کرنے والے دونوں قسم کے اصحاب میں مجتہد (شریعت کے ماہر) تھے اس لیے فیصلہ مختلف ہونے کے باوجود ان میں سے کسی کو بھی مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

”دیکھیے تو یہ دونوں فریق اپنے اپنے اجتہاد میں راستی پر تھے۔ کسی کی رائے

سے انکار یا اس کی خطا نہیں کہی جاسکتی۔ کیونکہ دونوں فریق کی خیراندیشی اور حق پرستی مشہور و معروف ہے“ (14)۔

”انہوں نے برائے خود یزید پر اگرچہ وہ فاسق تھا، بغاوت کو لازم نہ سمجھا۔ اس لیے کہ خروج کرنے میں صریح فتنہ و خون ریزی کا یقین تھا۔ اس لیے وہ لوگ اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔ نہ حضرت امام کی پیروی کی اور نہ اُن کی رائے سے مخالفت کی اور نہ آپ کو غلط کار کہا۔ اس لیے کہ سب جانتے تھے کہ حضرت امام سب سے زیادہ اجتہاد کی قابلیت رکھتے ہیں“ (15)۔

**س 3:** متعدد خیر خواہ اصحاب کا حضرت امام حسین ؑ کو کوفہ کی طرف جانے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے روکنا، کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ یزید کی خلافت کو جائز اور حضرت امام حسین کے اقدام کو ناجائز سمجھتے تھے؟

**ج:** آئیے دیکھتے ہیں کہ حضرت امام کو منع کرنے والوں نے آپ سے کیا کہا؟ جب حضرت امام مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ ؑ نے کہا:

یا اخی، انت احب الناس الی و اعزهم علی، و لست أدخر النصیحة لأحد من الخلق أحق بها منك، تنح بتبعتك عن یزید بن معاویة و عن الأمصار ما استطعت ثم ابعث رسلک الی الناس فادعهم الی نفسک فان بايعوا لک حمدت الله علی ذلک و ان اجمع الناس علی غیرک لم ينقص الله بذلک دینک ولا عقلک ولا یذهب به مروءتک ولا فضلک، انی اخاف ان تدخل مصرأً من هذه الامصار و تاتی جماعة من الناس فیختلفون بینهم فمنهم

طائفة معک و أخرى علیک فیقتلون فتكون لاول الأسنه، فاذا  
خیر هذه الامة کلها نفساً و أباً و امأ أضیعها دماً و أذلها اهلاً<sup>(16)</sup>

”بھائی میں تم سے زیادہ کسی کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتا اور تمام خلقِ خدا میں  
کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ اس کے ساتھ آپ سے زیادہ خیر خواہی  
کروں۔ لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ یزید کی بیعت اور  
کسی مخصوص شہر کے ارادہ سے الگ رہیں اور دیہات ریگستان میں قیام کریں  
اور لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج کر ان کو اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر وہ  
لوگ بیعت کر لیں تو آپ اس پر اللہ کا شکر کریں اور اگر وہ کسی اور شخص پر  
متفق ہو جائیں تو اس سے آپ کے اوصاف و کمالات اور فضیلت میں اللہ  
کچھ کمی نہ آنے دے گا۔ مجھے خوف ہے کہ ان حالات میں اگر آپ کسی  
مخصوص شہر یا کسی مخصوص جماعت کے پاس جائیں گے تو ان میں اختلاف  
پیدا ہو جائے گا۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگا اور دوسرا آپ کے خلاف۔  
پھر ان دونوں میں جنگ و جدال کی نوبت آئے گی اور سب سے پہلے آپ ان  
کے نیروں کا نشانہ بنیں گے۔ ایسی صورت میں ایک معزز اور شریف ترین  
شخص جو بہ لحاظ حسب و نسب اس ساری اُمت سے بہتر ہے، اس کا خون سب  
سے زیادہ ارزاں ہو جائے گا اور اُس کے اہل و عیال کو ذلیل کیا جائے گا۔“

حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے کہا:

خار الله لك و جعلنا فداک فاذا انت اتیت مکة فیاک ان  
تقرب الکوفة فانها بلدة مشئومة بها قتل ابوک و خذل

اخوک و اغتیل بطعنة کادت تاتی علی نفسه الزم الحرم  
فانک سید العرب، لا یعدل بک واللہ اهل الحجاز احداً و  
یتداعی الیک الناس من کل جانب لا تفارق الحرم فداک  
عمی و خالی فواللہ لئن هلکت لنسترقن بعدک (17)

”اللہ آپ کو خیر و عافیت سے رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ  
مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کیوں کہ وہ ایک منحوس شہر ہے  
وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے اور وہیں آپ کے بھائی  
حضرت حسن ؓ کو بے یار و مدد چھوڑ دیا گیا اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا۔  
قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے، آپ مکہ ہی میں رہیں، اس کو نہ  
چھوڑیں۔ آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں  
سمجھتے۔ ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ میرے چچا اور ماموں  
آپ پر نثار ہوں، آپ حرم کعبہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ خدا کی قسم! اگر خدا خواستہ  
آپ قتل ہو گئے تو آپ کے بعد ہم سب غلام بنائے جائیں گے۔“

حضرت عمر بن عبد الرحمن مخزومی ؓ نے کہا:

انه قد بلغنی انک تريد المسیر الی العراق، و انی مشفق  
علیک من مسیرک، انک تاتی بلداً فیہ و أمراؤہ و معهم  
بیوت الاموال و انما الناس عیب لہذا الدرہم و الدینار و لا آمن  
علیک ان یقاتلک من وعدک نصرہ و من انت احب الیہ  
ممن یقاتلک معہ، فقال الحسین: جزاک اللہ خیراً (18)



”چونکہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عراق جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں، میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ جہاں اس حکومت کے امراء و عمال موجود ہیں جس کے قبضے میں بیت المال کا خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں عوام تو درہم و دینار کے بندے ہوتے ہیں۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی مال و دولت کے طمع و لالچ میں آکر آپ سے لڑیں گے اس لیے آپ کو فہ نہ جائیں۔

آپ نے ان کے ہم دردانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا اور ان کو دعا دی۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

فانی أعيذك بالله من ذلك اخبرني رحمك الله! اتسير الى قوم قد قتلوا اميرهم وضبطوا بلادهم ونفوا عدوهم؟ فان كانوا قد فعلوا ذلك فسر اليهم وان كانوا انما دعوك اليهم و اميرهم عليهم قاهر لهم و عماله تجبي بلادهم فانهم انما دعوك الى الحرب والقتال ولا آمن عليك أن يغررك و يكذبوك و يخالفوك و يخذلوك و ان يستنفرو اليك فيكونوا اشد الناس عليك<sup>(19)</sup>

”آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایسا نہ کیجیے۔ البتہ اہل کوفہ نے موجودہ حکومت کے حاکم کو قتل اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا اور حالات پر ان کا پورا پورا قابو ہوتا تو آپ کا جانا درست تھا لیکن اگر انہوں نے آپ کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا امیر ان میں موجود ہے اور اس کی حکومت

قائم ہے اور اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو صرف جنگ و جدال کے لیے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ بلانے والے آپ کو دھوکہ دیں گے، جھٹلائیں گے، آپ کی مخالفت کریں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے بلکہ حکومتِ وقت سے مل کر آپ سے لڑیں گے اور سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے۔“

آپ نے حضرت امام حسین ؑ کو منع کرنے والے اصحاب کے بیانات تفصیلاً ملاحظہ فرمائے، کیا کسی ایک نے بھی آپ کے اقدام کو خلافِ شریعت قرار دیا اور کسی ایک نے بھی یزید کی تحسین و توصیف کی اور اسے اچھا بتایا؟

بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کوفیوں کے حالات کی بناء پر آپ کو روکنے کی خیر خواہانہ کوشش کی یہاں تک کہ حضرت ابن عباس ؓ نے واضح طور پر کہا:

ان اهل العراق قوم غدر فلا تقربہم (20)

”بے شک عراقی غدار اور دھوکے باز لوگ ہیں تو آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیں۔“

س 4: متعدد خیر خواہ اصحاب کے بھرپور منع کرنے کے باوجود حضرت امام حسین ؑ نے کوفہ جانے کا فیصلہ کیوں برقرار رکھا؟

ج: حضرت امام حسین ؑ کے اصرار کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

1- جب اہل کوفہ کو حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات اور حضرت امام حسین ؑ کے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو بہت بڑی تعداد میں خطوط لکھے جن میں یزیدی اقتدار سے نجات دلانے کی التجا کی گئی تھی۔

جب آپ نے دیکھا کہ لوگ یزید کی غلامی کا طوق اتار پھینکنے اور آپ کے ہاتھ پر

بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں تو آپ کے سامنے دو راستے تھے، ایک یہ کہ آپ اندیشوں اور متوقع خطرات سے پیشگی ڈرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیں اور اہل عراق کو یزید کے حوالے ہی رہنے دیں..... یا..... یہ کہ اپنے نانا، داعی اعظم، حضور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب قدسیہ خلفائے راشدین ﷺ کی راہ پر چلتے ہوئے خطرات کی پرواہ نہ کریں اور اسلام کے عادلانہ نظام کو یزید کی دست برد سے محفوظ کرنے کے لیے جرأت مندانہ کردار ادا کریں۔

آپ بتائیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا، رخصت کا راستہ یا عزیمت کا؟ اگر آپ اپنی جان کی فکر کرتے اور ممکنہ خطرات سے ڈرتے ہوئے اہل کوفہ کو مثبت جواب دینے کی بجائے مایوسی کے حوالے کر دیتے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا جواب دیتے؟ سو آپ نے اپنے مقام و مرتبہ اور صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے عزیمت کا راستہ چن لیا اور بے شک یہی افضل ترین راستہ ہے اور یہی آپ کے شایانِ شان۔ اس لیے کہ آپ کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

واما الحسين فله جرأتی وجودی<sup>21</sup>

”اور حسین کے لیے میری جرأت اور سخاوت ہے۔“

2- آپ علم اور تفقہ کے اعتبار سے مجتہد کے عالی مقام پر فائز تھے اور جب مجتہد کسی معاملہ میں ایک رائے قائم کر لیتا ہے تو اسے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

3- آپ کی شخصیت اور آپ کے فیصلوں پر اعتراض کرنے والوں کو یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو قدم اٹھایا، اس کا محرک اقتدار کی ہوس نہ تھی بلکہ آپ نے ایسا اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ہدایت پر کیا تھا جیسا کہ خود آپ کے پر عزم بیان سے ثابت و واضح ہے جسے معتبر محدثین و مؤرخین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

جب کوفہ کے سفر سے منع کرنے والے خیر خواہ اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے ارادے پر بہر صورت عمل کرنے کے لیے اتنے مصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَمَرَنِي فِيهِ بِأَمْرٍ  
وَإِنَّمَا ضِلُّهُ عَلَى كَأَن أَوَّلِ مَنِي فَقَالَا وَمَا تِلْكَ الرَّؤْيَا؟ قَالَ  
مَا حَدَّثْتُ بِهَا حَتَّى أَلْفَى رَجُلِي (22)

”میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا، میں اس پر قائم ہوں اور عمل کرنے جا رہا ہوں چاہے نتیجہ میرے خلاف ہو یا میرے حق میں۔ تو یحییٰ ابن سعید اور حضرت عبد اللہ بن جعفر نے سوال کیا: وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے نہ کسی کو (اب تک) بتایا ہے اور نہ آئندہ بتاؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے جا ملوں۔“

ضدِی معاند سمجھے نہ سمجھے، حضرت امام حسین کی عظمت اور سچائی کا دم بھرنے والوں کو یقیناً طمینان حاصل ہوا ہوگا کہ آپ نے کوفہ روانگی کا فیصلہ کیوں تبدیل نہیں کیا اور بعد میں پیش آنے والے واقعات میں آپ صبر و استقامت کا پہاڑ کیسے بنے رہے۔

کاش اس تفصیل اور اس کے علاوہ حضرت امام کے مختلف مواقع و مقامات پر دیے گئے خطبات سے وہ غیر محتاط نام نہاد رسکار لرز بھی نصیحت حاصل کریں جو حضرت امام ﷺ کے مقام و مرتبہ، آپ کے زہد و تقویٰ اور آپ کے صدق و صفا ہر چیز کو نظر انداز کر کے نجی محفلوں کے علاوہ میڈیا پر بھی اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے یہ تک کہنے سے باز نہیں آتے کہ آپ نے یہ سب کچھ اقتدار کی ہوس پوری کرنے کے لیے کیا اور یہ دو شاہزادوں کی اقتدار کی جنگ تھی، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

5: اگر حضرت امام ﷺ یزید سے اسلام اور اس کے عادلانہ نظام کو بچانے کے لیے نکلے

تھے تو آپ نے یزیدی فوج سے دوسری باتوں کے علاوہ یہ درخواست کیوں کی تھی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تاکہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں؟

**ج:** یہ جملہ بھی اس روایت کا حصہ ہے جسے آپ سے منسوب کر کے کتب تاریخ میں نقل کیا گیا ہے۔ جو لوگ حضرت امام حسین ؑ کے علمی مقام و مرتبہ، آپ کی سچائی، للہیت اور خلوص کے قائل ہیں، ان کو اس پر پورا یقین و اطمینان ہے کہ آپ نے رواگکی کا سفر خوب سوچ سمجھ کر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم و ہدایت پر اختیار کیا تھا اور یہ کہ آپ عزم و استقلال، جرأت و بہادری اور صبر و استقامت کے ایک کوہِ گراں تھے جیسا کہ واقعہ کربلا سے ثابت ہے تو آپ سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ یزید کی بیعت کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔

اس روایت کو اگرچہ نامور علماء حدیث و تاریخ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے تاہم اس بات کی تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ روایت اپنی سند کے ضعف اور عدم اتصال کے باعث ناقابل اعتبار ہے جیسا کہ اس روایت کے ایک راوی الحجاج بن سعید ہمدانی کو علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری اور بیہقی بن سعید کے حوالے سے ضعیف اور ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

متعلقہ عبارات ملاحظہ ہوں:

قال الدورى عن ابن معين لا يحتج بحديثه وقال ابن خثيمه عن ابن معين ضعيف واهى الحديث... قال نسائي ليس بالقوى و ذكر الاشج انه شيعى... قال ابن سعد كان ضعيفاً فى الحديث... قال احمد يرفع كثير ا من ما لا يرفعه الناس ليس بشيئ... قال الدار قطنى: ضعيف قال البخارى كان يحيى بن سعيد يضعفه و كان ابن

”الدوری نے ابن معین کے حوالے سے کہا کہ اس روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا اور ابن خثیمہ نے ابن معین کے حوالے سے اسے ضعیف اور فضول و بے بنیاد روایت بیان کرنے والا کہا۔ نسائی نے کہا: اس کی کوئی مضبوطی نہیں اور اشج نے اسے شیعہ کہا..... ابن سعد نے اسے حدیث میں ضعیف قرار دیا..... احمد نے کہا کہ وہ اکثر ایسے راوی سے روایت کرتا ہے جس سے لوگ بالکل روایت نہیں لیتے..... دارقطنی نے ضعیف کہا۔ بخاری نے کہا کہ یحییٰ بن سعید نے اسے ضعیف قرار دیا اور ابن مہدی اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔“

اس لیے محدث ابن جوزی لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ بعض نسخوں میں آیا ہے کہ حضرت حسین ؑ نے عمر بن سعد سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں مدینہ چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دوں..... ولا یصح ذالک عنہ (25)..... لیکن اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔“

حافظ ابن کثیر بھی ان الفاظ کو محض لوگوں کا گمان قرار دیتے ہیں:

ولکن ظن بعض الناس انه سألہ ان یذهب معہ الی یزید بن معاویہ (26)

”لیکن بعض لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ حضرت امام حسین ؑ نے عمر بن سعد سے سوال کیا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔“

حضرت امام حسین ؑ کے قریبی رفیق عقبہ بن سمعان کہتے ہیں:

صحبت الحسين من المدينة الى مكة ومن مكة الى العراق ولم

افارقه حتى قتل وسمعت جميع مخاطباته للناس الى يوم مقتله  
 فوالله ما اعطاهم ما يتذاكر الناس انه يضع يده في يد يزيد، ولا ان  
 يسيره الى ثغر من ثغور المسلمين، ولكنه قال: دعوني ارجع الى  
 المكان الذي اقبلت منه او دعوني اذهب في هذه الارض العريضة  
 حتى ننظر الى ما يصير اليه امر الناس فلم يفعلوا<sup>(27)</sup>

”میں مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک حضرت امام حسینؑ کے  
 ساتھ رہا اور آپ سے کبھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا  
 اور میں نے آپ کی شہادت کے دن تمام خطبات سنے ہیں جو آپ نے لوگوں  
 کو دیے۔ اللہ کی قسم، انہوں نے کسی بھی مقام پر نہیں کہا کہ وہ اپنا ہاتھ یزید  
 کے ہاتھ میں دے دیں گے اور نہ یہ کہا کہ وہ مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف  
 نکل جائیں گے۔ بلکہ آپ نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں اللہ کی وسیع زمین میں  
 کہیں چلا جاؤں یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔“

### ایک الزامی سوال:

اگر غلامانِ یزید مندرجہ بالا حقائق کو نظر انداز کر کے ”ہم نہ مانیں“ کی رٹ سے باز  
 نہ آئیں تو بتایا جائے کہ.....

اگر آپ یزید کی بیعت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے تو پھر آپ کی پیش کش کو کیوں رد  
 کر دیا گیا اور پھر معرکہ کربلا کیوں برپا ہوا اور یزید کی فوجوں نے حضرت امام حسینؑ اور  
 آپ کے ساتھیوںؑ کو کیوں شہید کیا؟

اگر تنزیل کے طریقے پر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا اس جملے کا یہ مطلب لینا  
 مناسب نہیں کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یعنی

بالمشافہ آمنے سامنے بات کروں۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و استقامت اور اعلاء کلمۃ اللہ کو سامنے رکھا جائے تو یہ مطلب لینے میں کیا امر مانع ہے اور اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟

س 6: یزید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر لعنت کرنے سے کیوں منع کیا ہے؟

ج: یزید کے بارے میں مندرجہ ذیل تین طرح کا موقف پایا جاتا ہے۔

پہلا موقف:

حضرت امام احمد بن حنبل، محدث ابن جوزی، امام کیا ہر اسی شافعی رحمۃ اللہ علیہم جیسے متعدد اکابر علماء یزید کو کافر اور اس کا نام لے کر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1- جب حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سر اقدس یزید کے دربار میں رکھا ہوا تھا تو یزید نو اسہ رسول کے ہونٹوں پر چھڑی مارتا تھا، اس نے قتل حسین پر فخریہ اشعار پڑھے، ابتداءً خوشی کا اظہار کیا، ابن زیاد بدنہاد اور دیگر مجرموں سے حضرت امام اور دیگر رفقاء کے قتل کا قصاص نہ لیا بلکہ کسی کو معزول تک نہ کیا اور بعد ازاں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے لشکر کی قیادت کے لیے پھر ابن زیاد جیسے ظالم سنگ دل کو آمادہ کرنے کی کوشش کی..... یہ سب اطوار و اقدامات یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ یزید قتل حسین سے نہ صرف رضا مند تھا بلکہ دیگر مجرموں کے ساتھ پورا پورا ذمہ دار و قصور وار تھا اور یوں اس نے محبوب خدا، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے جس پر قرآن مجید میں صریح لعنت وارد ہے (الاحزاب: 57)۔

2- حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سر اقدس کو دیکھ کر یزید نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جو اس کے کفر کی واضح دلیل ہیں:



فاهلوا واستهلوا فراحاً      ثم قالوا لی هنیا لا تسئل  
قد قتلنا الصّعف من اشرفهم      وعدلنا میل بدرٍ فاعتدل  
نفلق هاماً من رجال اعزّه      علینا و هم کانوا اعقوا وظلماً<sup>(28)</sup>

”اے کاش میرے بزرگ جو بدر میں مارے گئے، وہ زندہ و موجود ہوتے جنہوں نے نیزوں کے پڑنے میں خزرج کا جزع دیکھا تھا۔ تو وہ ضرور خوش ہوتے ہوئے آتے، پھر مجھے با آواز بلند کہتے کہ تیرے ہاتھ سلامت رہیں۔ ہم نے ان کے کئی سر کردہ لوگوں کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے، اس لیے حساب برابر ہو گیا ہے۔ ہم نے تلواروں سے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں پھاڑ دی ہیں جو ہم سے زیادہ زور آور تھے اور وہ بہت زیادہ سرکش اور ظالم تھے۔“

کیا قارئین جانتے ہیں کہ یزید نے نواسہ رسول کے قتل سے اپنے کن بزرگوں کا بدلہ لیا اور اس کے بزرگ کن کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے تھے؟

یہاں یزید نے اپنے اُن کافر بزرگوں کا حوالہ دیا ہے جنہیں پیغمبر اسلام ﷺ کی امارت و قیادت میں اسلامی لشکر نے جہنم واصل کیا تھا۔

جن کے نزدیک یزید کے مندرجہ بالا اشعار ثابت ہیں، کیا وہ اُسے کافر و لعنتی قرار نہیں دیں گے؟

3- یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، وہاں صحابہ کرام اور دیگر اہل ایمان ﷺ کو خوف میں مبتلا کروایا بلکہ صحابہ و تابعین کرام ﷺ کو شہید کیا، لوٹ مار کی، مسلمان خواتین کی آبروریزی کی، مسجد نبوی میں نماز و جماعت معطل کر دی اور گھوڑے باندھے جو وہاں لید اور پیشاب سے مسجد کو آلودہ کرتے رہے، یوں ایک بہت بڑا فساد برپا کیا۔ ان میں سے ہر جرم ایسا ہے

جس پر قرآن وحدیث میں صریح لعنت وارد ہوئی ہے۔

4- مدینہ منورہ میں ظلم و ستم کی داستان رقم کرنے کے بعد مکہ مکرمہ پر حملہ کیا، بیت اللہ شریف پر پتھر پھینکے، کعبہ کا غلاف جلا ڈالا اور اہل ایمان کو قتل کیا.....

5- شراب نوشی اور محرم کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال ٹھہرایا۔

یہ اس کے کافر اور لعنتی ہونے کی واضح وجوہات ہیں۔

دوسرا موقف:

یزید کو کافر قرار دینا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

چوں کہ یہ موقف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بڑی شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے اور ان کے موقف کو بنیاد بنا کر یزید کو پاک باز و پارسا ثابت کرنے کی ناکام و نامحمود کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ اس وضاحت کو کامل توجہ سے پڑھنے اور سمجھنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ حامیانِ یزید کی چالاکی اور سینہ زوری سمجھنے میں آسانی ہو۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کیا ہے اور اس کی کیا وجوہات ہیں؟

1- بنیادی طور پر یہ بات واضح رہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ یزید اور اس پر لعنت بھیجنے یا نہ بھیجنے کا نہیں ہے بلکہ ان کا موقف ہے کہ کسی بھی شخص کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں اگرچہ اس شخص سے کفر ہی کیوں نہ صادر ہوا ہو۔

ملاحظہ فرمائیے درج ذیل عبارت:

الثالثة اللعن للشخص المعین وهذا فيه خطر كقولك يزيد لعنة الله

وہو اکافر او فاسق او مبتدع اما شخص بعینہ فی زماننا کقولک  
زید لعنہ اللہ و ہو یہودی مثلاً فہذا فیہ خطر فانہ ربما یسلم) (29)

”تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا نام لے کر اُس پر لعنت کرے، یہ محلِ خطر ہے۔ مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہے۔ اور اس زمانہ کے کسی شخص معین پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو مثلاً زیاد پر جو یہودی ہے اللہ کی لعنت ہو، یہ اچھا نہیں۔ اس میں احتمالِ خطرہ ہے اس لیے کہ شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے اور مسلمان ہو جائے۔“

یہاں تک کہ وہ ابلیس پر بھی اس کا نام لے کر لعنت کرنے سے گریز کا مشورہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

وعلى الجملة ففی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب و لا خطر فی  
السکوت عن لعن ابلیس مثلاً فضلاً عن غیرہ فان قیل هل یجوز  
لعن یزید لانه قاتل الحسین او امر به قلنا هذا الم یثبت اهلاً  
فان قیل فهل یجوز ان یقال قاتل الحسین لعنہ اللہ او الامر بقتله لعنہ  
اللہ۔ قلنا الصواب: ان یقال قاتل الحسین ان مات قبل التوبة لعنہ اللہ  
لانه یحتمل ان یموت بعد التوبة) (30)

”حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگوں پر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا۔ پھر اگر کوئی کہے کہ یزید نے حضرت امام ﷺ کو قتل کیا یا اس نے قتل کی

اجازت دی تو اس کو لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قتل و اجازت قتل یہ دونوں باتیں بالکل پایہ ثبوت کو نہیں پہنچیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہیں کہ امام حسین کے قاتل یا قتل کی اجازت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو؟ تو ہم کہتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دینے والا توبہ سے پہلے مرا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید توبہ کر کے مرا ہو۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہج کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ ازوے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند (31)۔

”یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔“

تو یہاں پر یزیدیوں سے سوال ہے، کیا وہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو بنیاد بنا کر ابلیس پر بھی لعنت بھیجنانا جائز قرار دیتے اور اسے پاک باز و پارسا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں؟

2- یزید پر لعنت نہ کرنے کی دوسری وجہ جاننے کے لیے درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

و انما اوردنا هذا اتهاون الناس باللعنته و اطلاق اللسان بها

و المومن لیس بلعان فلا ینبغی ان یطلق اللسان باللغة الا علی من

مات علی الکفر او علی الاجناس المعروفین باوصافهم ذون  
الاشخاص المعین) (32)

”اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن  
کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں  
ہے کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس  
کے سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت کرنی ہو تو معین شخص کا ذکر نہ کریں  
وصف عام کے طور پر لعنت کریں۔“

تیسری وجہ: آپ فرماتے ہیں:

فالاشتغال بذکر اللہ اولی فان لم یکن ففی السکوت سَلَامَةٌ  
”اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی اللہ کا ذکر کر لے اور اگر نہ ہو سکے تو چپ ہی  
رہے، اس میں سلامتی ہے“ (33)۔

چوتھی وجہ: علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان قیل فمن علماء المذهب من لم یجوز اللعن علی یزید مع  
علمهم بانہ یشترق ما یربو علی ذالک ویزید، قلنا تحامیاً عن  
یرتقی الی الاعلیٰ فالاعلیٰ کما هو شعار الزوافض) (34)

”پھر اگر کہا جائے کہ بعض شافعی علماء بھی یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں  
دیتے حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ یزید لعنت سے بھی بڑے وبال کا مستحق ہے  
تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی وجہ سے ہے کہ کہیں یہ سلسلہ بڑھتا  
ہو اوپر سے اوپر تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ رافضیوں کی عادت ہے۔“

## تیسرا موقف:

متعدد علماء کے نزدیک احتیاط کی راہ اختیار کرتے ہوئے یزید کو کافر قرار دینے اور اس پر لعنت بھیجنے کے معاملے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اور یہ موقف ہے حضرت امام اعظم، امام ابو حنیفہ اور آپ کے متبعین کا جو خود تو یزید کو کافر و لعنتی کہنے سے گریز کرتے ہیں مگر کہنے والے کو منع نہیں کرتے۔

اب آخر میں جامع وضاحت کے طور پر فقیر عرب و عجم مفتی الشاہ احمد رضا خان اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی، صاحب بہار شریعت (رحمۃ اللہ علیہما) کی درج ذیل عبارات پیش خدمت ہیں:

**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخشنا جائے گا یا نہیں؟

جواب: ”یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو، بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔ لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم (35)

”یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین علیہ السلام سے کیا نسبت، آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود و خارجی، ناصبی، مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید

کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان“ (36)۔

مندرجہ بالا تصریحات سے قارئین پر واضح ہو چکا ہوگا کہ مذکورہ بحث و اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ یزید کو کافر اور لعنتی کہنا چاہیے یا نہیں؟ رہا اس کا فاسق و فاجر یعنی بڑے درجے کا گناہ گار اور بدکار ہونا تو، اس بارے میں یزید کے دور میں موجود صحابہ و تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم سے مابعد کے تمام معتبر آئمہ حدیث و فقہ اور نامور مؤرخین میں مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو بنیاد بنا کر یزید کے فسق و فجور کا انکار کر دینا اور اسے بے تصور و بے گناہ بلکہ پاک باز و پارسا قرار دے دینا یہاں تک کہ اپنی محبت و عقیدت اور حمایت و ہم دردی کا سارا وزن نواسہ رسول کی بجائے بدکردار یزید بے دید کے پلڑے میں ڈالنا، موجودہ دور کے یزیدیوں ہی کی ایجاد کردہ بدعت ضلالت ہے۔

اگرچہ حامیان یزید نے اپنے مدد و مخدوم یزید کو پاک باز و پارسا اور حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کو باغی تک ثابت کرنے کے لیے دیانت و انصاف کا خون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (معاذ اللہ) تاہم اس کتابچہ کی واضح گزارشات کے بعد ان سے یہ سوال کرنا بالکل مناسب ہے کہ:

یزید کو فاسق و فاجر، بدکار و بدکردار قرار دینے والوں کی طویل فہرست میں یزید کے دور میں موجود صحابہ و تابعین کرام سے لے کر مابعد کے بڑے بڑے اکابر اُمت کے نام شامل ہیں اور یزید کے فسق و فجور پر ان کا اتفاق و اجماع منقول ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا:

... و بعد اتفاقهم علی فسقہ اختلافوا فی جواز لعنہ بخصوص

اسمہ (37)

”اور یزید کے فسق پر ان کے اتفاق کے بعد ان کے مابین اختلاف

(صرف) یزید کا نام لے کر لعنت کرنے کے جواز کے بارے میں“۔

کیا حامیانِ یزید ان اکابر امت کے مقابلے میں ان کے ہم پلہ ایسے اکابر کی نشان

دہی کر سکتے ہیں جنہوں نے یزید کو پاک باز و پارسا قرار دیا ہو؟

ایسے معتبر اکابر امت کی نشان دہی تو خیر وہ کیا کر سکیں گے، کیا وہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

ہی کا کوئی ایسا فتویٰ و فیصلہ پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ نے یزید کی ہلاکت تک کے اس

کے کرتوتوں کو حق بجانب قرار دیا ہو یا اس کے جرموں سے اسے بری و بے قصور بتا کر اسے

پاک باز و پارسا قرار دیا ہو؟



## حاصلِ کلام

ہم نے واقعہ کربلا کی تفصیلات بیان کیے بغیر یزید کے شخصیت و کردار اور اندازِ حکمرانی کی حقیقی تصویر پیش کر دی ہے جسے دیکھ کر منصف مزاج قارئین پر درج ذیل حقائق واضح ہوئے:

01- مدینہ قیصر والی روایت سے یزید کے فضائل تراشنے حتیٰ کہ اسے بخشا ہوا اور جنتی قرار دینے کی حقیقت و اصلیت بھی آشکار ہو چکی ہے۔ اگرچہ حامیانِ یزید عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور ان کے دلوں سے اہل بیت رسول کی محبت و عقیدت اور ان کا ادب و احترام نکال کر یزید کی محبت و عقیدت اور اس کا ادب و احترام جاگزیں کرنے کے لیے کئی اور سوالات و شبہات اچھالتے رہتے ہیں تاہم اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ یزید کی مزعومہ شان و عظمت کا ریتلا محل تعمیر کرنے کے لیے مدینہ قیصر والی روایت اُن کا سب سے بڑا ستون اور سب سے بڑا سہارا ہے تو جب یہ سہارا بھی ان کے کام نہ آیا تو اب یزید اور اس کے پیروکاروں کے پاس آخرت تو آخرت دنیا میں بھی سرعام ذلت و رسوائی سے بچنے کا کوئی سہارا نہ رہا۔

02- یزید کے ایامِ حکمرانی کے دوران اور اس کی ہلاکت کے بعد صحابہ کرام، تابعین عظام اور دیگر اکابر امت ﷺ کا اس روایت سے یزید کی شان و عظمت پر استدلال نہ کرنا بلکہ اُس کے فسق و فجور اور ظلم و ستم بیان کر کے اس کی شدید مذمت کرنا ایک طرف اس روایت کی حقیقت و اصلیت واضح کر دینے کے لیے کافی ہے تو دوسری طرف اس سے حضرت امام حسین ﷺ کے موقف کی تائید اور آپ کے عزمِ پختہ کی صداقت و عظمت اور پختگی کی تصدیق ہوتی ہے۔

03- یزید نہ صرف یہ کہ اہل بیت رسول کے فضائل و مناقب اور ان کی شان و عظمت کا قائل نہ تھا بلکہ اس کا دل اہل بیت کے خلاف بغض و عداوت سے معمور و لبریز تھا جس نے اسے اہل بیت پر انتہائی ظلم و ستم اور جور و جفا پر آمادہ و مجبور کیے رکھا۔

04- واقعہ کربلا میں ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے یہاں تک کہ نواسہ رسول اور آپ ﷺ

کے رفقائے کو نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا اور شہداءِ کرام کی شدید بے حرمتی کی گئی، اس سب ظلم و جرم کی ذمہ داری جہاں ابن زیاد بد نہاد اور دیگر مقامی یزیدی زعماء پر ہے وہاں یزید ان سب کا محرک اور پشت پناہ ہونے کے باعث پورا پورا ذمہ دار ہے۔

05- واقعہ کربلا کے بعد مدینۃ الرسول اور مسجد نبوی کی بے حرمتی، صحابہ کرام، تابعین عظام اور دیگر معززین مدینہ ﷺ کا قتل عام، عورتوں کی عصمت دری جیسے کالے کروت انجام دینے کے بعد یزید کے مقرر کردہ امیر مسلم بن عقبہ کا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونا، دورانِ سفر اس کی ہلاکت کے بعد ایسے ہی سفاک کو امیر لشکر مقرر کرنا، اس لشکر کا خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونا اور اُسے شدید نقصان پہنچانا..... ان میں سے کون سا کام ہے جسے ہلکا سمجھ کر نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ کاش حامیانِ یزید کچھ تو عقل و دیانت سے سوچیں۔ کیا یہ سارے واقعات محض اتفاقاً اور حادثاتی طور پر آنا فائز و نما ہوئے ہیں؟ دو چار دس دن نہیں محرم 61ھ سے 64ھ تک ظلم و ستم کا یہ بازار گرم رہا، آپ کس کس موقع، کس کس کام اور کس کس نتیجے سے یزید کو پاک صاف اور بری قرار دیں گے؟ تاریخی حقائق و واقعات کی بناء پر نتیجے اخذ کرنے کی بجائے اپنے بودے تجزیوں کی بنیاد پر یزید کی برأت کا ڈھول پیٹنا، یزید کے مقابلے میں اہل بیت رسول کی عیب جوئی کرنا اور حضرت امام حسین ﷺ کو باغی قرار دے کر اُخروی عذاب کا مصداق ٹھہرانا انہی خارجیوں کا نیا روپ ہے جنہوں نے حضرت علی ﷺ سے نہروان کے مقام پر باقاعدہ جنگ کی تھی اور آپ ﷺ نے ان موزیوں کا سر کچلا تھا۔ عقل و دیانت کا منہ چڑانے والے یہ غلامانِ یزید قرابتِ رسول کا پاس و لحاظ تو کیا کرتے، ان بد نصیب ظالموں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کس کا ساتھ دے کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کے طفیل تمام صحابہ کرام اور اہل بیت سمیت اپنے تمام محبوب بندوں کی محبت و عقیدت اور ان کے ادب و احترام پر استقامت نصیب فرمائے اور ہمیں ان نفوسِ قدسیہ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔

## حوالہ جات باب نمبر 03

- 01 (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 206 (ii) اردو ترجمہ ص 301، 302
- 02 (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 210 (ii) اردو ترجمہ ص 306
- 03 (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 210 (ii) اردو ترجمہ ص 307
- 04 بخاری کتاب الفضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ
- 05 بخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتہد ج 05 ص 930
- 06 البدایہ ج 08 ص 116
- 07 (i) البدایہ ج 08 ص 117 (ii) تاریخ الخلفاء ص 164
- 08 (i) مسلم کتاب الامارۃ باب خيار الائمة و شرارهم ج 02 ص 129  
(ii) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 319
- 09 (i) مسلم کتاب الامارۃ باب فی طاعة الامراء ج 02 ص 127  
(ii) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 319
- 10 مسلم کتاب الامارۃ المسلمین ج 02 ص 127
- 11 (i) ترمذی ابواب الفتن باب افضل الجهاد کلمة عدل ج 02 ص 40  
(ii) ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر و النهی ج 02 ص 249  
(iii) ابن ماجہ (iv) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 322
- 12 ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر و النهی ج 02 ص 248
- 13 (i) مسلم کتاب الایمان باب کون النهی عن المنکر ج 01 ص 51  
(ii) مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف ص 436
- 14 مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ص 307
- 15 مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ص 312
- 16 (i) طبری ج 03 ص 293 (ii) کامل ج 03 ص 129
- 17 (i) طبری ج 03 ص 299 (ii) کامل ج 03 ص 132

- 18- (i) طبری ج 03 ص 319 (ii) کامل ج 03 ص 147
- 19- (i) طبری ج 03 ص 320 (ii) کامل ج 03 ص 147 تا 149
- (iii) البدایہ ج 08 ص 229
- 20- (i) طبری ج 03 ص 320 (ii) کامل ج 03 ص 148
- (iii) البدایہ ج 08 ص 229
- 21- تہذیب التہذیب ج 02 ص 345
- 22- (i) طبری ج 03 ص 323 (ii) کامل ج 03 ص 150
- (iii) البدایہ ج 08 ص 234
- 23-24 (i) میزان الاعتدال ج 06 ص 23 (ii) تہذیب التہذیب ج 10 ص 40، 41
- 25- تذکرۃ الخواص ص 248
- 26- البدایہ ج 08 ص 249
- 27- (i) طبری ج 03 ص 339 (ii) کامل ج 03 ص 164
- 28- (i) کامل ج 3 ص 188 (ii) البدایہ ج 270، 286
- (iii) الصواعق ص 313
- 29- احیاء العلوم ج 03 ص 167
- 30- احیاء العلوم ج 03 ص 169
- 31- مکتوبات امام ربانی ص 54
- 32- احیاء العلوم ج 03 ص 170
- 33- احیاء العلوم ج 03 ص 170
- 34- شرح مقاصد ج 02 ص 307
- 35- احکام شریعت حصہ دوم ص 152
- 36- بہار شریعت حصہ اول، امامت کا بیان، عقیدہ نمبر 16 ص 261
- 37- الصواعق المحرقة ص 315

## مصادر و مراجع

### 01- قرآن مجید

### 02- کتب حدیث

- الترغیب والترہیب، امام ابو عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، دار الفکر بیروت۔  
جامع ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، فاروقی کتب خانہ، ملتان۔  
الجامع الصغیر، امام جلال الدین السیوطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔  
خصائص کبریٰ، حافظ جلال الدین سیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔  
سنن ابن ماجہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔  
سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔  
سنن دارمی، امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، دار المعرفہ بیروت۔  
صحیح ابن حبان، امام ابو حاتم محمد بن حبان، دار المعرفہ بیروت۔  
صحیح بخاری امام محمد بن اسماعیل بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔  
صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، قدیمی کتب خانہ کراچی۔  
مستدرک حاکم، امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، دار الفکر بیروت۔  
مسند احمد، امام احمد بن حنبل، دار صادر بیروت۔  
مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین تبریزی، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔  
المعجم الکبیر للطبرانی، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ مصر۔

### 03- تفسیر

تفسیر روح المعانی، علامہ سید محمود آلوسی حنفی

### 04- شروح حدیث

- ارشاد الساری شرح بخاری، علامہ احمد قسطلانی، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ مصر۔  
تیسیر الباری شرح بخاری، وحید الزماں، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔  
شرح تراجم ابواب بخاری شاہ ولی اللہ، کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی۔

عمدة القاری شرح بخاری، حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔  
فتح الباری شرح بخاری، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، المطبعة المہدیة المصریہ۔

## 05- علوم حدیث

تقریب التہذیب، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دار صادر بیروت /  
قدیمی کتب خانہ لاہور۔  
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، حافظ جمال الدین ابی الحاج یوسف الحمزی، مؤسسة  
الرسالة بیروت / ادار الفکر بیروت۔  
تہذیب التہذیب، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دار صادر بیروت۔  
کتاب الجرح والتعديل، امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی، دار الکتب العلمیہ بیروت۔  
نزهة النظر بشرح نخبة الفکر حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔  
میزان الاعتدال، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

## 06- تذکرہ و تاریخ

البدایہ والنہایہ، حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔  
امام پاک اور یزید پلید، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔  
تاریخ بن خلدون، علامہ عبد الرحمن بن خلدون، مکتبہ المدرسہ بیروت۔  
تاریخ الخلفاء، حافظ جلال الدین سیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔  
تاریخ طبری، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، المکتبۃ التوفیقیہ، قاہرہ مصر۔  
تاریخ یعقوبی، علامہ احمد بن ابی یعقوب، دار صادر بیروت۔  
تذکرۃ الخواص، علامہ سبط ابن الجوزی، مکتبہ نینوی الحدیث طہران۔  
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، الحافظ علی بن الحسن المعروف بابن عساکر، دار المسیرہ، بیروت /  
ادارۃ الطباعة المنیریہ، مصر۔  
جذب القلوب الی دیار الحبوب، شاہ عبد الحق دہلوی التوریۃ الرضویہ، لاہور۔  
رحمة العالمین از قاضی سلمان منصور پوری، مکتبہ اسلامیہ لاہور۔  
سیرۃ النبی شلی، علامہ شبلی نعمانی، ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور۔

- شہیر و یزید، پروفیسر حبیب اللہ چشتی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔
- الشرف المؤمن بدلائل محمد، علامہ یوسف بن اسماعیل القہستانی، مصطفیٰ البابا مصر۔
- شہید کربلا اور یزید، قاری محمد طیب، ادارہ اسلامیات، لاہور۔
- الصواعق المحرقة، علامہ احمد بن حجر مکی، النوریہ الرضویہ، لاہور۔
- طبقات ابن سعد (اردو ترجمہ)، امام محمد بن سعد، نفیس اکیڈمی کراچی۔
- فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈمی کراچی۔
- اکامل فی التاریخ، علامہ ابوالحسن علی بن الکریم الشیبانی، دارالکتب العربی، بیروت لبنان۔
- کروار یزید کا تحقیقی جائزہ، حافظ شفق احمد، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور۔
- مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمان بن محمد بن خلدون، وارا حیات التراث العربی، بیروت۔
- مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) عبدالرحمان و ہلوی، الفیصل ناشران، ارو و بازار لاہور۔
- وفاء الوفا، نور الدین علی بن احمد السہودی، احیاء التراث العربی بیروت۔
- یزید کی شخصیت، محمد عبدالرشید نعمانی، مکتبۃ الحسن، ارو و بازار لاہور۔

## 07- متفرق

- ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدیمی کتب خانہ کراچی۔
- احکام شریعت، امام احمد رضا خاں، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔
- احیاء العلوم، امام محمد بن محمد غزالی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔
- اسلامی بحریہ، ڈاکٹر محمد نواز، وارا لاندلس، لاہور۔
- بہار شریعت، حکیم امجد علی، المکتبۃ المدینہ، کراچی۔
- جذب القلوب الی ویاہ الحبوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
- حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
- شرح عقائد نسفیہ، علامہ سعد الدین تفتازانی، مصر۔
- مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، حافظ ابن تیمیہ، ریاض۔
- نبراس، مولانا عبدالعزیز پرہاروی۔